جميع الحقوق محفوظة
بحقّ المؤلّف

اسم الكتاب :

پُرسُکون گھرانہ اورحقوق نسواں

تأليف :
☎..............................
فضيلة الشيخ رضآء الله الباجوري

الطبع
....
الخامس سنة ١٤٤٦هـ بمطابق 2024

تنضيد: ابومنقادرضاءالله بن الحاج خان بادشاه حفظه الله عنه

النّاشر : ..... مدرسة ترتيل القرآن شريف آباد باجوڑ پاكستان

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ اَمَّا بَعْدُ!

زندگی گزارنے کے لیے گھر ایک نعمت اور عطیۂ الٰہی ہے۔ انسان کو اس کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ انسان اپنی ضروریات سے فراغت کے بعد اسی کا رخ کر تاہے۔ جس میں وہ چین وسکون، آرام وراحت اور فرحت وشادمانی محسوس کرتاہے۔ صحیح معنوں میں قدرت نے اسے آرام وراحت اور چین وسکون کی جگہ بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

:﴿ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا ﴾

(النحل :۸۰)

’’اور اللہ نے تمہارے گھروں کو آرام کی جگہ بنایا۔‘‘

حافظ ابن کثیر رحمه اللہ فرماتے ہیں’’:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی عظیم نعمت یاددلارہاہے کہ اس نے انہیں گھر جیسی عظیم نعمت سے نوازا، جس کے اندر وہ آرام وراحت اور چین وسکون کا سانس لیتے ہیں۔ مشکلات ومصائب کے وقت اس میں پناہ لیتے ہیں۔ اپنے اہل وعیال کی پردہ پوشی کرتے اور ہر طرح کے فائدے حاصل کرتے ہیں-(1)‘‘

بلا شبہ گھر کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حیات انسانی کے لیے یہ ایک جز لاینفک کی حیثیت رکھتاہے۔ ہمارے اکثر کام مثلاً کھانا پینا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، شادی و بیاہ کی

[1]تفسیر ابن کثیر ۴/۵۰۹۔

تقریبات،غمی وخوشی کے ایام اور دیگر لیل و نہار کے کام اسی کے زیر سایہ پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ عورت جو سراپا پردہ ہے، اس کے لیے پردہ کا انتظام کرنا، اچھی رہائش گاہ کا نظم کرنا، ہر قسم کی سہولیات مہیا کرنا ہر فرد مسلم کا اولین فریضہ ہے، تا کہ وہ اپنی تمام ضروریات بآسانی پوری کرسکے اور اسے باہر کا دروازہ کھٹکھٹانا نہ پڑے۔ایسی صورت میں گھر ہی ایک سایسی جگہ ہے جہاں اس اسے کی تمام سہولیات فراہم ہو سکتی ہیں۔ گھر ایک طرف اس کے لیے پردہ کی جگہ ہے تو دوسری طرف حفاظت وصیانت کا ایک مضبوط قلعہ بھی۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے آیت کریمہ کے ذریعے سے اسی کا حکم دیا ہے کہ:

﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَوَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ﴾

(الأحزاب:۳۳)

’’اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری

کرو۔‘‘چنانچہ ہمیں گھروں کو ایک نعمت خداوندی جاننا چاہیے، اس کی قدر کرنی چاہیے، بال بچوں کی اچھی تربیت کرنی چاہیے اور حتی الوسع ان کی اصلاح و سدھار، خیر وفلاح اور تعمیروترقی کے لیے عملی ا قدامات اٹھانے چاہئیں، تا کہ وہ اچھے اخلاق وکردار اور عمدہ عادات وخصائل کے مالک ہوں، ہر قسم کی آلائشوں اور گندگیوں سے پاک ہوں، دینی جذبہ پیدا ہو، دینی تعلیم کا ذوق وشوق ہو، زیور صالحیت سے آراستہ وپیراستہ ہوں، اللہ ورسول سے مضبوط رشتہ استوار ہو، چھوٹوں پہ شفقت اور بڑوں کی عزت کا جذبہ ہو، نرمیت کا فروغ ہو، سفاکیت اور سختی کا صفایہ ہو،اگر یہ تمام چیزیں ایک گھر کے اندر پائی جاتی ہیں تو ٹھیک ورنہ ایسے گھروں کا اس فرش خاکی پہ رہنا باعث بوجھ اور وبال ہے۔قرآن کریم میں ایسے بہت سارے واقعات موجود ہیں کہ جن لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، اس کی متعین کردہ حدود سے تجاوز کر گئے، کفروشرک کیا، بغاوت وسرکشی اختیار

کی، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ وبرباد کردیا،انہیں گھروں سے بے گھر کردیا، اور رہتی دنیا تک کے لیے وہ ایک تازیانہ عبرت بن گئے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴾

(ابراہیم :۷)

’’اگر تم شکر گزاری کروگے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔

چنانچہ قبیلہ بنی نضیر کے یہودیوں نے جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا، بغاوت وسرکشی کی اور ظلم وطغیانی میں حد سے تجاوز کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سخت پکڑ کی اورانہیں دربدر کر دیا،انہیں گھر وں کی نعمت سے محروم کردیا، جیسا کہ فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَاأُولِي الْأَبْصَارِ﴾

(الحشر :٢)

وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلے حشر کے وقت نکالا، تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ خود بھی سمجھ رہے تھے کہ ان کے سنگین قلعے انہیں اللہ کے عذاب سے بچالیں گے، پس ان پر اللہ کا عذاب ایسی جگہ سے آپڑا کہ انہیں گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا۔ وہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں برباد کروارہے تھے، پس اے آنکھ والو ! عبرت حاصل کرو۔‘‘آج بھی ہم دیکھ رہے ہیں کہ بہت سارے لوگ گھر سے بے گھر ہو رہے ہیں، کبھی ہمارے گھر سیلاب کے زد میں آجاتے ہیں،کبھی زلزلے کے شکار ہوجاتے ہیں، کبھی آتش

زنی ہو جاتی ہے،بہت سارے افراد اپنے شب وروز سڑکوں،پارکوں، وقتی خیموں اور باغوں میں گزارتے ہیں۔ ایک عقل سلیم رکھنے والا انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے لوگوں کے دل ودماغ پہ کیا گزرتا ہو گا اور وہ اپنے لمحات زندگی کس قدر کرب واضطراب میں بسر کرتے ہوں گے۔چنانچہ ہمیں گھر جیسی عظیم نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کی اصلاح کے لیے دن رات ہر ممکن کوشش کرتے رہنا چاہیے۔آئندہ اوراق میں گھر کی اصلاح وسدھار کے بارے میں بہت سارے طریقوں اور تجربوں پر بحث کی گئی ہے،

جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ گھر کے ذمہ دار کو اپنی ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنے آپ کو سدھارے،کتاب وسنت کی تعلیمات سے آراستہ وپیراستہ ہو اور پھر اپنے گھر والوں کی صحیح تعلیم وتربیت کرے۔۲۔ عورت جو گھر کی بڑی ہے،وہی گھر کے اندرونی معاملات کی ذمہ دار ہے۔ اسے اس بات کا احساس دلایا گیا ہے کہ وہ گھر اور اس کے اندر رہنے والوں کی اصلاح میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ گھر کے تمام کام کاج کی ذمہ دار وہ خودہے، وہ اپنے آپ کو گھر کا ایک اہم فرد شمار کرے اور اپنی خدمات سے گھر کے تمام افرادکو صحیح راستے پر گامزن کرے۔۳۔ بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت کرنا والدین پر واجب اور ضروری ہے۔ بالخصوص عہد طفولیت میں ان کی طرف پوری توجہ مرکوز کرنا بے حد ناگزیر ہے۔ ان نازک مراحل میں

تھوڑی سی بھی عدم توجہی اور سستی ان کی مستقبل کی زندگی کو تباہ وبربادکر سکتی ہے۔

۴۔ حتی الوسع آرام دہ گھربنوانا،گھروالوں کے لیے خورونوش کا انتظام کرنا، لباس وپوشاک مہیا کرنا، سواری کا انتظام کرنا، جسمانی وبدنی تربیت کرنا، بیماری کی صورت میں فوری

علاج ومعالجہ کا انتظام کرنا، ان کے ما بین عدل وانصاف،مساوات درواداری قائم کرنا، امتیاز وتفریق سے گریز کرنا، ان کے ساتھ الفت ومحبت، شفقت وہمدردی سے پیش آنا اور ہر طرح سے ان کی دیکھ بھال اور حفاظت کرنا،یہ ساری چیزیں گھر کی اصلاح میں داخل ہیں۔گھر کی اصلاح وسدھار کے سلسلے میں یہ ایک ادنی طالب علم کی حقیر سی کوشش ہے جو تعلیمات کتاب وسنت کے عمیق مطالعہ اور معاشرے کے حالات کا بغور جائزہ لینے کے بعد لکھی گئی ہے، لیکن پھر بھی تعبیر وبیان، تجربہ ومشاہدہ اور تجویز ومشورہ میں غلطیوں کا امکان ہے، لہٰذا اہل فکر و دانش قارئین سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے مفید مشوروں سے نوازیں، تاکہ آئندہ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ مفید اور کار آمد بنایاجاسکے۔آخر میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کسی طرح بھی اس کتاب کی تیاری میں میری مدد فرمائی، خصوصاً برادرم محمد الفت کلیم صاحب کا کہ جنہوں نے کافی مشغولیات کے باوجود اس کتاب کی نظر ثانی کی اور تصحیح کا کام انجام دیا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے

نوازے۔نیز اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر سی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے، اسے گھر ومعاشرہ کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور میرے، میرے اہل و عیال اور والدین کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے،

آمین یا رب العالمین۔ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم۔اخوکم فی الدین رضااللہ بن الحاج خان بادشاہ باجوری باکستانی

شریعت اسلامیہ نے عورت کے لیے جنت کا حصول انتہائی آسان بنایا ہے۔فرائض کی ادائیگی کے بعد وہ اپنے گھر کو سنبھالے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھلے ہیں۔ جس سے چاہے داخل ہو جائے۔اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے بعد دوسرا اہم کام ایسے کاموں سے بچنا ہے۔جو اس کی محنت کو ضائع کرنے کا سبب بنتے ہیں۔لہٰذا اصل کام اپنی کی ہوئی محنت کو بچانا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ نیک اعمال بھی کیے اور بعد میں شریعت کے برعکس چلتے ہوئے انہیں ضائع کر دیا۔ محنت بھی کی اور ملابھی کچھ نہ۔اس لیے جہاں ہم نے جنت کےحصول کے ذرائع جنتی عورتوں کی علامات اور ان کی مثالوں کو بیان کیا ہے وہاں قدرے تفصیل سے ان مسائل کو بیان کیا ہے جو جنت کی بجائے جہنم میں پہنچا دیتے ہیں اور خواتین کی بڑی تعداد لا علمی میں یا معاشرے کے عمومی چلن کی تقلید کرتے ہوئے ان کا ارتکاب کر رہی ہے۔لا علمی کا علاج علم کا حصول ہے اور معاشرتی رویوں کی رو میں بہہ جانے سے بچنے کے لیے جہنم اور اس کے بعض حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے تاکہ جہنم کے حالات پڑھنے کے بعد اس سے بچنے کی فکر دامن گیر ہو جائے اور گناہوں کا چھوڑنا

آسان ہو جائے۔آخر میں چند عمومی مسائل اشکالات اور ان کےحل کے نام سے بیان کیے گئے ہیں۔جنتی اورجہنمی دونوں طرح کی خواتین کی عادات وخصائل، ان کی علامات اور نمائندہ خواتین کا تذکرہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ان میں سے کس طبقہ کی پیروی کرنی ہے۔فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ﴾
(الدہر:3)

ہم نے اسے راستہ دکھا دیا(اب یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ) شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔‘‘

اس کتاب کی اشاعت تک بہت سے لوگوں اور اہل علم نے تعاون فرمایا، اللہ تعالیٰ ان تمام کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے اور ان کی نیک خواہشات کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین

جہانِ رنگ وبو کا نظام مرد وعورت کے باہمی اشتراک سے چل رہا ہے۔شریعت اسلامیہ نے دونوں کے لیے الگ الگ دائرہ کار متعین کر دیئے ہیں۔’حقوقِ نسواں‘ اور ’آزادی نسواں‘ کے پر فریق نعروں کے ذریعے ان دائروں میں اختلاط پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔نتیجے کے طور پر اضطراب کی کیفیت طاری ہے۔مغرب اور یورپ میں خاندانی نظام کی تباہی اور اخلاقی گراوٹ سب کے سامنے ہے۔اب ہمارے ہاں بھی اس ناکام تجربے کو دہرانے کی کوشش جاری وساری ہے۔انسانیت کی فلاح اسلام کی آغوش میں آ جانے میں ہی پنہاں ہے۔جس نے دنیا میں بسنے والے ہر فرد کو اس کا دائرہ کار واضح طور پر بتا دیا ہے۔اِرشاد باری ہے:

﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ١ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا﴾
(الاسراء :84)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے کہہ

دیجیے کہ ہر ایک اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے، اب تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ سیدھے راستے پر کون ہے۔

یہ کلمات لکھنے کا مقصد مسلمان خواتین میں سے ایک مخصوص طبقہ کو الگ کر کے بیان کرنا ہے۔ تمام عورتیں ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ہم اس قاعدے کو صحیح سمجھتے ہیں (کُلُّنا ذُوو خطاء) ''ہم میں سے ہر ایک صحیح بھی ہوسکتا ہے اور خطا کار بھی۔ اس قاعدے میں مرد و خواتین برابر کے شریک ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جس طرح بعض کبیرہ گناہ مردوں کے ساتھ خاص ہیں اسی طرح بعض کبیرہ گناہ عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ہمارا مقصد خواتین کی تذلیل و توہین نہیں ہے۔

وہ تو ماں، بہن، خالہ، بیوی، بیٹی اور
پھوپھی جیسے معزز مقامات کی حامل ہیں۔ ہم ان معزز رشتوں کی حامل خواتین کی تحقیر کیونکر کر سکتے ہیں۔ دراصل مسئلہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچاؤ کاہے۔جس طرح مردوں کو بہت سے کاموں سے ڈرایا گیا ہے۔ اسی طرح خواتین کی اہمیت اور فضیلت کے پیش نظر انہیں بہت سے معاملات سے آگاہ کرنا مقصود ہے۔ ایک عورت مسلمان ہونے سے پہلے ایک انسان ہے اسلام نے آ کر اس کی عزت اور وقار میں مزید اضافہ کر دیا۔

جیسا کہ فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ ﴾

(الاسراء70)’’

اور ہم نے بنی آدم(انسان) کو بزرگی دی۔:‘‘

پھر فرمایا ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً١ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ١ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾

(النساء1:)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وخواتین دنیا میں پھیلا دیئے۔اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو، اور رشتہ داروں کے معاملے میں بھی اللہ سے ڈرو یقینا اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔''
دوسرے مقام پر فرمایا::

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَا اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾
(آل عمران:195)

جواب میں اُن کے رب نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا،خواہ مرد ہو یا عورت،تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو،لہذا جن لوگوں نے میری خاطر ہجرت کی، اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور میرے لیے لڑے اور مارے گئے میں ان کے گناہ معاف کر دوں گا اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ہے اوربہترین بدلہ اللہ ہی کے پاس ہے۔''اس طرح کی بہت سی آیات میں خواتین کے حقوق بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے خواتین کا ایک حق ہم پر یہ بھی ہے کہ ہم انہیں خطرات اور گناہوں کے معاملات سے آگاہ کریں اور بچانے کی کوشش کریں۔ ہم نے ان سطور میں وہ امور ہی بیان کئے ہیں جن کا خواتین کثرت سے ارتکاب کر رہی ہیں تاکہ وہ ان سے بچ سکیں۔ لہٰذا اے مسلم بہن ہمارے بارے میں بدگمانی نہ کیجئے گا کہ ہم آپ کی تحقیر کرنا چاہتے ہیں اور یہ تو ہو بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ ہم آپ سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔

ہم ہی کیا سارا زمانہ ہی آپ کا محتاج ہے۔ ہماری طرف سے گناہوں سے بچاؤ کی اس تدبیر کو قبول کریں اور آپ کی اس کوشش کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

خواتین کے لیے جنت کا حصول انتہائی آسان

شریعت نے خواتین کے لیے جنت کا حصول انتہائی آسان بتایا ہے۔عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ((إذا صلت المرأة خمسها وصامت شهرها وحصنت فرجها وأطاعت بعلها دخلت من أي أبواب الجنة شاءت))

صحیح ابن حبان:4163،اس معنی کی ایک حدیث مسنداحمد:1683

اس معنی کی ایک حدیث میں عبد الرحمن بن عوف کے طریق سےمروی ہے۔

سیدناابوھریرہ نے کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا:جب عورت پانچ نمازیں پڑھے، رمضان کے مہینے کے روزے رکھے، اپنی عصمت کی حفاظت کرے

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے فرائض کی ادائیگی پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ارکانِ اسلام میں سے پہلا رکن کلمہ طیبہ کا اقرار ہے۔اس کے بغیر تو اسلام کا وجود ہی نہیں۔زکوۃ کو اس لیے بیان نہیں کیا کہ ہر عورت صاحبہ نصاب نہیں ہوتی،لہذا جو عورت نصاب کے برابر مال کی مالک ہوگی تو اسےزکوۃ بھی دینا ہو گی اسی طرح حج بھی صرف صاحب استطاعت پر ہی فرض ہے۔شریعت نے مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھنا، نماز جمعہ ادا کرنا، جہاد کرنا، اجتماعی نظم ونسق چلانا اور گھر کی مالی ضروریات پوری کرنا صرف مرد پر فرض کیا ہے۔عورت پر ان میں سے کچھ بھی فرض نہیں۔اگر وہ ان میں سے کوئی دینی فریضہ سرانجام دیتی ہے تو یہ اس کے لیے بلندی درجات اور اجر وثواب میں اضافے کا سبب بنے گا۔اعمال کے بجا لانے میں عورت کی محدود ذمہ داریاں اس

حدیث طیبہ میں بیان کر دی گئی ہیں اور وہ ان پر عمل پیرا ہو کر آسانی سے جنت کی وارث بن سکتی ہے۔اب اسے صرف ان امور سے بچنا ہے جو اسے جنت سے دور کر کے جہنم میں پہنچا دیں یا جن کاموں سے ناراض ہو کر اللہ اور اس کے رسول نے لعنت کی ہے۔ان کاموں سے بچنے کی کوشش وہ کرے۔اپنی نعمتوں والے باغات کی میزبانی سے اللہ تعالیٰ اسے نوازیں گے۔

عورت سب سے قیمتی خزانہ ہے

نیک عورت دنیا کا بہترین اور سب سے قیمتی خزانہ ہے۔
رسول اللہ نے فرمایا

((الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ))
(صحیح مسلم،کتاب الرضاع2668:))

’’پوری دنیا سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان نیک عورت ہے۔‘‘اگر غور کیا جائے تو خواتین کی فضیلت کے لیے یہ ایک حدیث ہی کافی ہے۔اس حدیث میں دو باتیں زیادہ قابل غو رہیں۔

1۔بہترین خزانے کا اعزاز صرف نیک عورت کو حاصل ہے۔جو عورتیں نیک نہیں وہ اس اعزاز سے محروم ہیں۔لہٰذا خواتین کو نیک عورتوں کے اوصاف کا مطالعہ کر کے ان جیسا بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

2۔ جو سامان جتنا قیمتی ہوتا ہے اس کی اسی قدر حفاظت کی جاتی ہے۔مثال کے طور پر گھر میں سب سے زیادہ حفاظت زیورات کی کی جاتی ہے۔انہیں انتہائی احتیاط سے پیک کر کے کسی محفوظ مقام پر رکھا جاتا ہے۔تاکہ وہ ضائع نہ ہونے پائیں۔اسی طرح رسول اللہ نے نیک عورت کوسب سے قیمتی قرار دیا ہے اورشریعت کی عورتوں سے متعلقہ جتنی بھی تعلیمات ہیں اوامر ونواہی ہیں وہ سب کے سب مسلمان عورت کی حفاظت کے لیے ہیں۔تاکہ یہ متاع عزیز ضائع ہونے سے بچ جائے۔ لہذاخواتین کو

شرعی احکام میں نقائص تلاش کر کے ان پر نکتہ چینی کرنے کی بجائے
ان کو اپنا محافظ سمجھنا چاہیے اور ان پر خوش دلی سے عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اسی میں ان کی دنیا کی سرخروئی اور آخرت کی نجات کا سامان ہے۔

نیک عورت کی صفات

اللہ تعالیٰ نے نیک عورتوں کی حسب ذیل صفات بیان فرمائی ہیں۔
:﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾
(النساء:34)’’
نیک عورتیں وہ ہیں جو اطاعت شعار ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔‘‘رسول اللہ نے صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی عورتوں کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا:
(ونساءكم من أهل الجنة الودود الولود العود على زوجها، التي إذا غضب جاءت تضع يدها في يد زوجها وتقول: لا أذوق غمضا حتى رضي)
(سلسلة الأحاديث الصحيحة للألبانی’’(287:
تمہاری وہ عورتیں جنتی ہیں جو زیادہ محبت کرنے والی ہیں،بچے جننے والی ہیں،اپنے شوہر کی طرف آنے والی ہیں،ان کا شوہر جب ناراض ہوتا ہے تو وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہتی ہے جب تک آپ مجھ سے راضی نہیں ہوتے تب تک میں آنکھ نہیں جھپکوں گی، یعنی آرام نہیں کروں گی۔‘‘
ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا
(أي النساء خير؟ قال: التي تسره إذا نظر، تطيعه إذا أمر، ولا تخالفه في نفسها وماله بما يكره)

صحیح سنن النسائی ’(3030:

’بہترین عورت کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:وہ عورت جس کا شوہر اسے
دیکھ کر خوشی محسوس کرے، جو اپنے شوہر کے حکم کے مطابق چلے اور وہ اپنی ذات اور اس کے مال کے بارے میں اس کی ناپسندیدہ چیزوں کو اختیار کر کے اس کی مخالفت نہ کرے۔‘

چند جنتی خواتین کا تذکرہ

1۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول! خدیجہ الکبری آپ کے پاس تشریف لا رہی ہیں۔ان کے پاس ایک برتن ہے، جس میں کھانا یا پانی ہے۔جب وہ آ جائیں تو انہیں ان کے پروردگار کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہہ دیں اور انہیں جنت میں ہیرے وجواہرات کے بنے ہوئے مکان کی خوشخبری دے دیں جس میں کوئی شور وغل اور رنج وملال نہ ہو گا۔
(الجامع الصحیح:69)

2۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ الزہراءؓ سے فرمایا کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے۔اس طرح آپ نے سیدہ فاطمہ
کو اپنے جگر کا ٹکڑا قرار دیا۔

3۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا کہ عائشہ کی مثال ایسے ہے جیسے کھانوں میں ثرید۔ یعنی جس طرح کھانوں میں سے بہترین کھانا ثرید(گوشت اور شوربے میں روٹی بھگو کر تیا رکیا گیا کھانا) ہے۔اس طرح عورتوں میں سے بہترین عورت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

4۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرعون کی بیوی سیدہ آسیہ کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے تکالیف اور مصائب برداشت کرتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت کی او راس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتی رہیں۔

5۔قرآن مجید میں سیدنا شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیوں کا قصہ موجود ہے۔ جن کے والد بوڑھے اور کوئی بھائی نہ تھا وہ امور خانہ داری کے ساتھ باہر کے معاملات بھی سرانجام دیتیں اور اپنے والد کی خدمت بھی کرتیں۔قرآن مجید نے ان کے پیکر شرم وحیا ہونے کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔

6۔ اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام اور امّ موسیٰ کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔

جنتی عورتوں کی علامات

قرآن وسنت میں نیک اور جنتی عورتوں کی جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان کو سامنے رکھ کر درج ذیل خصوصیات اور علامات سامنے آتی ہیں۔

۔اپنے عقیدے اور ایمان کی حفاظت کرنے والی۔12۔نماز، روزہ،
۔فرائض کی ادائیگی کی پابند۔3
۔شوہر کی خدمت گزار اور اطاعت شعار4
۔والدین کی فرماں بردار اور اطاعت گزار۔5
۔اپنے نفس اور گھر کی حفاظت کرنے والی۔6
7۔بچوں کی عمدہ تربیت کرنے والی۔
۔صبر اور شکر کا مظاہرہ کرنے والی۔8
۔پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی عزت واحترام کرنے والی۔9
10۔نیکی اور اچھائی کے کاموں میں رغبت رکھنے والی۔

خواتین کی اکثریت جہنم میں ہو گی

شریعت نے عورت کے لیے جنت کا حصول بہت آسان بتایا ہے۔اس کے باوجود خواتین کی اکثریت جنت کی بجائے جہنم میں جائے گی۔اس کے اسباب اور وجوہات ذیل میں بیان کیے جا رہے ہیں تاکہ ایک مسلمان عورت ان کامطالعہ کر کے شعوری طور پر ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے پرسکون دنیاوی زندگی کے ساتھ آخرت میں جنت کی وارث بن جائے۔ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحی کے دن عید گاہ کی طرف گئے۔ آپ عورتوں کے پاس سے گذرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اے عورتوں کی جماعت تم صدقہ کیا کرو،کیونکہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ آگ والوں میں اکثریت عورتوں کی ہے۔ عورتوں نے کہا یا رسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو، حالانکہ تم عقل اور دین میں کمی والیاں ہو مگر میں نے تم سے بڑھ کر اچھے بھلے مرد کی عقل ختم کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔عورتوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین اور عقل میں کیا کمی ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا ایک عورت کی گواہی ایک مرد کی آدھی گواہی کے برابر نہیں؟ عورتوں نے کہا، ہاں کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: یہ اس کی عقل میں کمی ہے۔اور کیا ایسا نہیں کہ وہ حالت حیض میں نہ نمازپڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے؟ عورتوں نے کہا، ہاں، کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ اس کے دین میں کمی ہے،

(صحیح بخاری،کتاب الحیض 6:
،باب ترك الحائض الصوم،صحیح مسلم 241:)

صحیح بخاری میں اس معنی کی ایک روایت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے جس میں رسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگ میں زیادہ تر عورتیں ہوں گی وہ کفر کرتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کیا وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرتی ہیں؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان، إن أحسنت إلی إحداهنَّ الدَّهر ثم رأت منك شیئاً قالت: ما رأیت منك خیرا قط))

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم29)’’
وہ شوہروں کی نافرمانی کرتی ہیں۔ اس کے احسان کا انکار کرتی ہیں۔ اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ زندگی بھر احسان کرتے رہو پھر وہ تم میں کوئی ایک بات(خلاف احسان) دیکھ لے تو کہتی ہے میں نے تمہاری طرف سے کبھی خیر دیکھی ہی نہیں ہے۔‘‘
حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((فإني أکثرکن حطب جهنم إنکن تکثرن الشکاة وتکفرن العشیر))
(صحیح بخاری961(، صحیح مسلم885))

’’تم زیادہ صدقہ کیاکرو میں دیکھتا ہوں کہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن بنے گی تم زیادہ شکوے اور شوہروں کی نافرمانی کرتی ہو۔‘‘
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اے عورتوں کی جماعت تم صدقہ کیا کرو۔ میں اہل نار میں زیادہ تر تم کو دیکھ رہا ہوں۔ تم کثرت سے لعن طعن کرتی ہو اور شوہروں کی نافرمانی کرتی ہو تم ناقصات عقل و دین سے بڑھ کر کوئی سمجھدار آدمی کی مت نہیں مار سکتا۔ خواتین نے کہا۔

ہماری عقل اور دین میں کیا کمی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا عورت کی گواہی مرد سے نصف نہیں ہے؟ عقل کے نقصان کا یہ ہی مطلب
ہے اور کیا ایسا نہیں ہے کہ تم حیض کی حالت میں نہ نماز پڑھتی ہو نہ روزہ رکھتی ہے تو یہ دین کا نقصان ہے۔
(صحیح مسلم 22)، فی الایمان 79)

اُسامہ بن زید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے دروازے پر کھڑا تھا تو دیکھتا ہوں کہ اس میں سب سے زیادہ داخل ہونے والے مساکین تھے۔ جبکہ(دنیاوی اعتبار سے) بڑے بڑے لوگوں کو روکا گیا تھا اور جہنمیوں کو آگ کی طرف لے جانے کا حکم دیا گیا اور میں آگ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں زیادہ تر خواتین داخل ہورہی تھیں۔
(، مسلم 2736)) (صحیح بخاری 5196)

عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے جنت میں جھانکا تو اس میں زیادہ تر فقرا تھے اور جہنم میں جھانکا تو وہاں زیادہ تر خواتین کو دیکھا۔
(صحیح بخاری644: مسلم2737:،)

خواتین آزمائش کا ذریعہ ہیں

اللہ تعالیٰ ایک بندے کی آزمائش بہت سے طریقوں اور ذرائع سے کرتے ہیں۔ان میں سے ایک ذریعہ بلکہ مردوں کے لیے سب سے بڑا ذریعہ خواتین ہیں۔اُسامہ بن زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول روایت کرتے ہیں
((ما ترکت بعدی فتنة ھی أضر علی الرجال من النساء)):
میں اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑ کر جا رہا۔
’’(صحیح بخاری 5096 ، مسلم 2740)

ضروری نہیں کہ فتنہ کا برا معنی لیا جائے بلکہ فتنہ کا مطلب آزمائش ہے اور یہ کہا جائے کہ عورت کی ذات فتنہ وفساد ہے۔ابو سعیدخدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((إن الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ مستخلفکم فیھا فینظر کیف تعملون فاتقوا الدنیا و اتقوا النساء فإن أوّل فتنۃ بنی إسرائیل کانت فی النساء)) (صحیح مسلم 249،274)’’

یقیناً یہ دنیا میٹھی اور سرسبز ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں بھیج کر دیکھیں گے کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ پس تم دنیا اور عورتوں کے معاملے میں تقویٰ اختیار کرو۔ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں تھا۔‘‘حدیث کا معنی یہ ہے کہ دنیا اور عورتیں دو فتنے ہیں، ان سے بچو، جوان کے بارے میں تقویٰ اختیار نہیں کرے گا، ان میں مبتلا ہو جائے گا۔ عورتوں میں بیویوں سمیت تمام خواتین داخل ہیں۔ اکثر اوقات فتنہ بیویوں کا ہوتا ہے اور زیادہ تر لوگ انہیں کی آزمائش میں گرفتار ہیں۔اسی طرح کچھ خواتین اپنے آپ کو خود فتنہ بنا لیتی ہیں۔جو شرعی احکام کی پاسداری نہیں کرتی، بالخصوص ستر وحجاب کا دھیان نہیں رکھتی،یا مخلوط مجالس میں شامل ہوتی ہیں تو وہ خود فتنہ بن جاتی ہیں۔اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"
اے عورتوں کی جماعت جہنم کا ایندھن زیادہ تر تم ہی ہو۔ کیونکہ جب تمہیں کوئی چیز(رحمت) دی جائے تو تم شکر نہیں کرتی، جب کبھی آزمائش کی جائے تو صبر نہیں کرتی اور اگر کوئی چیز نہ ملے تو شکوہ کرتی ہو۔ کفران نعمت سے بچو۔‘

‘اِن احادیث سے خواتین کے زیادہ تر جہنم میں جانے کے حسب ذیل اسباب معلوم ہوتے ہیں۔

شوہر کی نافرمانی

سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کفران العشیریعنی شوہر کی نافرمانی کا کیا مطلب ہے؟

حافظ ابن حجررحمہ اللہ فرماتے ہیں

العشیر: الزوج، قیل لہ: عشیر بمعنی معاشر مثل أکیل ومؤاکل ’’(فتح الباری: 1؍84)‘‘

عشیر کا معنی شوہر ہے، ساتھ زندگی بسر کرنے والا۔یہ لفظ أکیل اور مؤاکل کی طرح ہے۔‘‘اسی طرح فرمایا: کفران العشیر، کفر دون الکفر کی طرح ہے۔ شوہر کی نافرمانی چھوٹا کفر ہے۔ اس کا مرتکب ملت(دائرہ اسلام) سے خارج نہیں ہوتا۔ دیگر گناہوں میں سے کفران العشیرکو خاص کرنے کا مقصد، اس کی باریک بینی اور اہمیت کو واضح کرنا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے

((لو أمرت أحدا أن یسجد لأحد، لأمرت المرأۃ أن تسجدلزمہا))

اگر میں کسی شخص کو کسی دوسرے کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔‘‘رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے بیوی پر حق کو اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ملایا ہے۔ جب عورت اپنے شوہر کے حق کا انکار کرتی ہے تو اس کا اس حد تک پہنچنا اللہ تعالیٰ کے حق کو معمولی یا حقیر سمجھنے پر دلالت کرتا ہے اسی لئے اس پر لفظ کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔ البتہ اس کفر سے وہ غیر مسلم نہیں بنتی۔

(فتح الباری1:؍83)دوسری جگہ فرمایا ’’:تکفرن العشیر: تجحدن حق الخلیط وھو الزوج ‘‘’’تکفرن العشیر :وہ اپنے ساتھی کے حق کا انکار کرتی ہیں اور وہ شوہر ہے۔‘‘

پھر فرمایا :کفران العشیر: تقصیر المرأة فی حق الزوج
(فتح الباری9 :۔400 ’’کفران العشیر: عورت کا اپنے شوہر کے حق کی
ادائیگی میں کمی کرنا ہے۔‘‘امام نووی رحمه الله فرماتے
ہیں’’:والعشیر المعاشر کالزوج وغیرہ)‘‘
(شرح النووی 3۔39)‘‘
عشیر ساتھ رہنے والے کو کہتے ہیں جیسے
شوہر وغیرہ۔‘‘علامه مبار کپوری رحمه الله فرماتے ہیں’’:کفران
العشیر: جحد نعمته۔ یعنی الزوج۔ وانکارها أو سترها بترك
شکرها واستعمال الکفران فی النعمة والکفر فی الدین
‘‘(تحفة الاحوذی7 :۔305)‘‘
کفران العشیر کا مطلب ہے: شوہر کی نعمتوں کو چھپانا، اس کا
انکار کرنا اور اس کا شکریه ادا نه کرنا۔ کفر کا لفظ نعمت اور
دین کے بارے میں بولا گیا ہے۔‘‘ سنن ابن ماجه کی شرح میں
ہے’’:
کفران العشیر کا معنی ہے که انھوں نے اپنی کم علمی اور کمزور
عقل کی بنیاد پر احسان کا انکار کر دیا۔
(شرح سنن ابن ماجه)'' 1:۔289 کرمانی فرماتے ہیں’’:یعنی شوہر کی نعمت
کا انکار کرتی ہیں اور اس کی طرف سے ملنے والی نعمتوں کو کم
سمجھتی ہیں۔‘‘المناوی فرماتے ہیں’’:حدیث کا مقصد یه ہے که
عورتوں کو شوہروں کی فرماں برداری پر ابھارا جائے اور ان کی
مخالفت سے بچایا جائے۔ اور اس کی طرف سے ملنے والی نعمتوں
پر شکریے کے جذبے کو پیدا کیا جائے۔ جب مخلوق کے حق کا یه
معامله ہے توخالق کے حق کا کیا حال ہو گا ‘‘؟یہاں ایک سوال
پیدا ہوتا ہے که شوہر کی نافرمانی جهنم میں داخلے کا سبب
کیسے بنے گی؟ تو اس کا جواب یه ہے که عورتیں شوہروں کی
نافرمانی کثرت سے کرتی ہیں جب که شریعت نے شوہر کی فرماں
برداری کا حکم دیا ہے اور اس کی نافرمانی کرنا ایک گناہ ہے اور

صغیره گناه اگر کثرت سے ہو تو کبیره بن جاتا ہے جو جہنم میں لے جانے کا سبب ہے۔اس کے علاوه اور بہت سے سماجی واجتماعی معاملات میں خرابی کا ذریعه بنتا ہے۔

2۔کثرت سے لعن طعن کرنا

رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا:

((وتکثرن اللع))

تم لعن طعن زیاده کرتی ہو۔ امام نووی فرماتے ہیں۔ لعن کا لغوی معنی' الإبعاد والطرد 'دور کرنا، دھتکار دینا ہے۔ اور اس کا مطلب یه ہے که الله تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا۔جب کسی کے انجام اور موت کی مکمل قطعی کیفیت کا علم نه ہو تو اس کو الله تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا(لعنت کرنا) جائز نہیں ہے۔ اس لئے علماء نے کہا: کسی معین شخص، مسلمان، کافر یا جانور پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی شرعی دلیل کی بنیاد پر معلوم ہو کے وه کفر پر مرا یا مرے گا تو پھر جائز ہے جیسا که ابوجہل اور ابلیس۔ البته کسی وصف پر لعنت کی جا سکتی ہے جیسا که حدیث طیبه میں جسم گوندھنے والی اور گوندھوانے والی پر لعنت کی گئی ہے۔

(شرح مسلم للنووی)1:ہ313)

رسول الله صلی الله علیه وسلم نے لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والے کے بارے میں وعید بتائی ہے که قیامت کے دن اس کی گواہی اور سفارش قبول نہیں کی جائے گی۔

عمران بن حصین رضی الله عنه روایت کرتے ہیں که ہم رسول الله صلی الله علیه وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے۔ ایک انصاری عورت اونٹنی پر سوار تھی جو بے چین ہو کر تنگ کرنے لگی تو اس انصاریه نے اونٹنی پر لعنت کی۔ جسے رسول الله صلی الله علیه وسلم نے سن لیا اور فرمایا

((خذوا ما علیها ودعوها، فإنها ملعونة)):''

اس پر سے سامان لے لو اور اسے چھوڑ دو کیونکه اس پر لعنت کی گئی ہے۔’’ سیدنا عمران بن حصین کہتے ہیں: گویا که میں اس اونٹنی کو لوگوں کے درمیان چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور سبھی اس سے روگردانی کر رہے ہیں۔

)صحیح مسلم 2595(،فی البروالصلة

ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنه فرماتے ہیں: ایک لونڈی اونٹنی پر سوار تھی جس پر لوگوں کا سامان بھی لدا ہوا تھا۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کے پاس سے گزری اور پہاڑی پر راسته تنگ ہو گیا تو اس نے اونٹنی کو ڈانٹتے ہوئے کہا

اللهم العنها''''

اے اللہ اس پر لعنت فرما۔ یه سن کر نبی کریم صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ ایسی اونٹنی نہیں جا سکتی جس پر لعنت کی گئی ہو۔

)صحیح مسلم 2596 (فی البر والصلة

ابوہریرہ رضی اللہ عنه روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا:

((لاینبغی لصدیق أن یکون لعاناً))

صحیح مسلم)2597 (فی البر والصلة

’’کسی دوست کے لئے یه مناسب نہیں ہے که وہ لعنت کرنے والا ہو۔‘‘

ابو درداء رضی اللہ عنه فرماتے ہیں که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا۔

إن اللعانین لایکونون شهداء ولاشفعاء یوم القیامة))

)صحیح مسلم 2597 :فی البر والصلة’’(

لعنت کرنے والے قیامت کے دن گواہ اور سفارشی نہیں بنیں گے۔‘‘

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا:

((إنی لم أبعث لعانا وإنما بعثت رحمة))(صحیح مسلم’’(:

میں لعنت کرنے والا نہیں بلکه رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔‘‘

لعنت کس طرح جہنم میں داخلے کا سبب ہے؟

1۔لعنت بذات خود اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی بددعا ہے۔

2۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جو صفات بیان فرمائی ہیں۔ باہم ایک دوسرے سے محبت کرنا نیکی اور تقویٰ میں تعاون کرنا، صلہ رحمی کرنا وغیرہ۔ یہ لعنت ان صفات کے منافی ہے۔ جس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے۔ تو یہ قطع تعلقی کی انتہائی شکل ہے۔4۔ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کایہ فرمان موجود ہے

''((لعن المؤمن كقتله))''

مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔‘‘کیونکہ قاتل مقتول کے دنیاوی فوائد ختم کر دیتا ہے اور یہ لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی صورت میں اس کے دینی فوائد کو ختم کر دیتی ہے۔

5۔ لعنت کرنے والے قیامت کے دن اپنے مومن بھائیوں کی ضرورت کے وقت سفارش نہ کر پائیں گے۔ اس طرح دنیا و آخرت میں ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اس قبیح صفت کا پایا جانا اس بات کی علامت ہے کہ ایسے شخص کو مسلمان کے ادب کا لحاظ نہیں، اس کا اپنی زبان پر کنٹرول نہیں، اس پر اس کے دل و دماغ نہیں بلکہ زبان کا غلبہ ہے۔ جو اکثر تباہ کر دیتی ہے۔سچ ہی کسی نے کہا ہے:

احذر لسانك أيها الإنسان لا يلدغنك إنه ثعبان''’’

اے انسان اپنی زبان سے بچ کر رہ،یہ اژدھا ہے کہیں تمہیں ڈس نہ لے۔

‘‘رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((إذا أصبح ابن آدم فإن الاعضاء تكفر اللسان وتقول له:اتق الله
فينا فإن استقمت استقمنا وإن اعوججت اعوججنا))
امام ترمذی نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے
جب انسان صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان کو ڈانٹتے ہوئے
کہتے ہیں ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر، اگر تو سیدھی رہی تو
ہم بسھی سیدھے رہیں گے اور اگر تم نے خرابی کی تو ہم بھی
خراب ہو جائیں گے۔
زبان دراصل دل کی نمائندگی کرتی ہے۔ کسی شخص کے الفاظ
اور گفتگو سن کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ شخص صالح ہے
یا فاسد۔ مسلمان اپنی زبان کو گالم گلوچ اور لعن طعن سے
محفوظ رکھتا ہے۔ اگر وہ اس کی حفاظت نہ کر سکے تو وہ
جہنم میں جائے گا جس طرح لعنت کرنے والا قیامت کو سفارش
اور شہادت سے محروم کر دیا جائے گا۔

لعنت کرنے کی جائز صورتیں

عمومی طور پر لعنت کرنا درست نہیں البتہ جہاں جہاں شریعت
نے اجازت دی ہے وہاں لعنت کی جا سکتی ہے۔ مثلاً کفر،
بدعت اور فسق وغیرہ ان پر لعنت کرنے کی تین صورتیں ہیں
1۔ہم کہہ سکتے ہیں: اللہ کی لعنت ہو کافروں پر، بدعتیوں پر
اور فاسقوں پر۔
2۔مخصوص اوصاف کے حاملین پر لعنت کرنا جیسا کہ یہودو
نصاری اور مجوسیوں پر لعنت ہو۔
3۔تیسری صورت یہ ہے کہ کسی مخصوص فرد پر لعنت کی
جائے اور شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے۔لعنت اسی صورت
میں کی جائے گی جو صورت مستقل طور پر اللہ تعالیٰ کی رحمت
سے دور لے جانے والی ہو۔ کفر، بدعت، فسق، یہود و نصاری وہ
صفات ہیں جو ان پر رہتے ہوئے مرے گا جہنم میں جائے گا۔

کیونکہ ان صفات کے حاملین کا یہی انجام ہے۔ البتہ کسی مخصوص انسان پر لعنت کرنا اس لئے جائز نہیں کہ ہمیں معلوم نہیں ہے وہ کفر پر مرے گا یا ایمان پر ایک کافر یا مجوسی کسی بھی وقت توبہ کر کے اسلام قبول کر سکتا ہے لہٰذا لعنت صفت پر ہو گی فرد معین پر نہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ فلاں شخص پر لعنت ہو کیونکہ کسی بھی فرد کے خاتمہ بالخیر یا خاتمہ بالشر کا ہمیں علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴾

)غافر: 48’’(

یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔‘‘

عہد نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک شراب پینے والے پر لعنت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

)):لا تلعنوه، فوالله ما علمت إلا أنه يحب الله ورسوله))’’

اس پر لعنت نہ کرو اللہ کی قسم! میں تو یہی جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتاہے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کبیرہ گناہ کے مرتکب پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ تو صغیرہ گناہ کے مرتکب پر کیسے لعنت کی جا سکتی ہے۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لاتسبوا الأموات فتؤذوا الاحياء))

)صحیح الجامع (1982:

’’تم مردوں کو گالی نہ دو۔ اس طرح تم زندوں کو تکلیف دیتے ہو۔‘‘

اس سے معلوم ہوا لعنت مومن کی صفت نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کو حقیر جاننا صغیرہ گناہ ہے۔ اس پر اصرارکرنے سے یہ کبیرہ گناہ بن جاتا ہے۔

3۔نفس کا غلبہ اورنقصان عقل ودین

اسامہ بن زید اور عبد اللہ بن عمر کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سبب بیان فرمایا ہے، امام قرطبی فرماتے ہیں۔ عورتیں جنت میں کم اور جہنم میں زیادہ جائیں گی،کیونکہ ان پر نفس غالب ہوتا ہے۔ دنیا کی زیب و زینت کی طرف جلدی مائل ہوتی ہیں۔ ان میں عقل کم ہوتی ہے۔ ان کی نظر عموماً کسی معاملے کے انجام کی طرف نہیں جاتی۔ لہٰذا آخرت کے معاملے میں بھی سستی کرتے ہوئے دنیا کی چکاچوند روشنی میں گم ہو جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مردوں کے پاس چونکہ دنیاوی امور کے وسائل زیادہ ہوتے ہیں اور وہ عورتوں کی طرف میلان رکھتے ہیں تو عورتوں کی اس کمزوری کی وجہ سے وہ انھیں نیکی اور تقویٰ کے کاموں سے دور لے جاتے ہیں۔
اور عورتیں نیکی کے معاملے میں
صحیح فیصلے نہیں کر پاتی خود بھی گمراہ ہوتی ہیں اور مردوں کو بھی گمراہ کرتی ہیں۔

)فتح الباری11:۳420،و تحفۃالاحوذی 7۳277(

حدیث طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ واضح فرما چکے ہیں کہ بسا اوقات عورتیں بڑے بڑے عقلمند اور صاحب شعور مردوں کی عقل کو مفلوج کر کے رکھ دیتی ہیں۔ ایک اچھا خاصا سمجھدار شخص عورت کے کہنے پر ناجائز بات اور کام کر گزرتا ہے نتیجے کے طور پر جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔ جس عورت کے کہنے پر وہ ایسا کرتا ہے وہ عورت اس کے گناہ کے کام میں برابر کی شریک ہونے کی وجہ سے جہنم میں جائے گی۔ آدمی کو بے

عورت کس طرح جہنم سے بچ سکتی ہے؟

کوئی عورت اگر درج ذیل اُمور پر غور کرتے ہوئے عمل کرے تو وہ آگ میں جانے سے بچ سکتی ہے۔

1۔شوہر کے حق کو پہچاننا:

ابو سعید خدری رسول اللہ صّف لی اللہ علیہ وسلم کا فرمان
روایت کرتے ہیں:
((لا یصلح لبشر أن یسجد لبشر، ولو صلح لبشر أن یسجد لبشر
لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها من عظم حقه علیها))
)صحیح الجامع للألبانی :7725’’(
کسی انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا درست نہیں اور
اگر کسی انسان کا انسان کو سجدہ کرنا درست ہوتا تو میں
عورت کو سحکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اس لئے
کہ شوہر کا اس پر بہت بڑا حق ہے۔
‘‘ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے
((والذی نفسی بیده لو أن من قدمه إلى مفرق رأسه
قرحة تنبجس بالقیح والصدید، ثم اقبلت تلحسه ما أدت حقه((
)صحیح الجامع للالبانی:7725’’(
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم اگر شوہر کے
پاؤں سے لیکر سر تک زخم ہو جس سے خون اور پیپ بہہ رہے
ہوں اور عورت آکر اسے چاٹے تو پھر بھی شوہر کا حق ادا نہیں
کر سکتی۔

‘‘2۔شوہر کی زیادہ شکایتیں نہ کرنا:

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:
))لاینظر اللہ إلی امرأة لاتشکر لزوجها وهی لا تستغنی عنه))
اسے امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے
:2،190) اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے(
’’جو عورت اپنے شوہر کی شکر گزار نہیں، اللہ تعالیٰ اس کی
طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔یہ عورت اپنے شوہر سے
کبھی بھی مستغنی نہیں ہو سکتی۔‘‘

ابن محصن کی پھوپھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کی شکایت کر رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

))انظري أين أنت منه، فإنه جنتك ونارك))

مسند احمد 4341)''''(

تم اس کے بارے میں غور کرو۔ وہ تو(اطاعت کی صورت میں) تمہاری جنت اور(نافرمانی کی صورت میں) تمہاری جہنم(میں جانے کا ذریعہ) ہے۔''

3۔شوہر کے بلانے پر انکار نہ کرےسیدنا ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتےہیں

(إذا دعا الرجل امراته إلى فراشه، فأبت أن تجيئ لعنتها الملائكة حتى تصبح)

)(صحیح بخاری 1436(5193:،مسلم''(:

جب آدمی اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''دوسری روایت کے الفاظ ہیں

:((إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها لعنتها الملائكة حتى ترجع))

(صحیح بخاری 1436
5194:، مسلم(

جب عورت اپنے شوہر کا بستر چھوڑ کر الگ رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

صحیح مسلم کی روایت میں ہے

((والذى نفسى بيده ما من رجل يدعوا امرأته إلى فراشها فتأبى عليه إلا كان الذى فى السماء ساخطاً عليها حتى يرضى عنها))

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو بھی آدمی اپنی اہلیہ کو بستر پر بلاتا ہے اور وہ انکار کر دیتی ہے تو آسمان

والا(اللہ) اس پر ناراض رہتا ہے۔ یہاں تک کے وہ شوہر اپنی بیوی سے راضی ہو جائے(تو پھر اللہ راضی ہوتا ہے’’(

عبد اللہ بن ابی اوفی کی روایت میں ہے کہ جب سیدنا معاذ بن جبل کسری کے علاقے سے ہو کر آئے اور ان کے طریقے کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کو بھی سجدہ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیه وسلم نےفرمایا:

فلا تفعلوا فإنی لو کنت آمرا أحدا أن یسجد لغیر اللہ، لأمرت الزوجة أن تسجد لزوجها والذی نفس محمد بیده لا تؤدی المرأة حق ربها حتى تؤدی حق زوجها، ولو سألها نفسها وهی علی قتب لم تمنعه

)مسند امام احمد 4: ۱381’’(

تم ایسا نه کرو۔ اگر میں کسی کو غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا که وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیه وسلم کی جان ہے کوئی عورت اس وقت تک اللہ کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک اپنے شوہر کاحق ادا نه کرے۔ اور اگر وہ بلائے تو عورت سواری پر سوار ہو کر آنے سے بھی انکار نه کرے۔’’ایک روایت میں ہے:

((إذا دعا الرجل زوجته فلتأته وإن کانت علی التنور))

جامع ترمذی،کتاب الرضاع)’’(1160:

جب آدمی اپنی بیوی کو بلائے تو وہ اس کے پاس آئے اگرچه وہ تندور پر(کام کر رہی) ہو۔’’

4۔ کثرت سے صدقه کرے

رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے عورتوں کو صدقه کرنے کا حکم دیا ہے۔ کیونکه صدقه گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی ترغیب پر صحابیات کثرت سے صدقه کرتیں جو ان کی غلطیوں

اور گناہوں کا کفارہ بن جاتا۔فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

((صدقة السر تطفیء غضب الرب))

)صحیح الجامع 3759:(

خاموشی سے صدقہ کرنا رب کے غضب کو ختم کر دیتا ہے۔

‘‘5۔اللہ کے ذکر کے ذریعے زبان کو کنٹرول کیا جائے۔

ایک مشہور قول ہے کہ ‘‘

خاموش رہو یا ایسی بات کرو جو خاموش رہنے سے بہتر ہے۔’’

کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے فضول اور گناہ کی باتوں سے بچ جاؤ گے اور اس کی برکت سے دل بھی پاکیزہ ہو جائے گا۔

6۔شوہر کی طرف سے ملنے والی نعمتوں پر شکر ادا کرے

شوہر خود اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے اس کی طرف سے ملنے والی نعمتیں اس پر مستزاد، لہٰذا اس کا شکر گزار رہنا چاہئے۔ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادانہیں کر سکتا۔

7۔اللہ کے عذابوں کو یاد کیا جائے

اللہ تعالیٰ کے عذابوں کے متعلق احوالِ جہنم کا مطالعہ کیا جائے۔ ‘‘جب ان کا علم ہو گا تو گناہوں اور نافرمانیوں سے بچنا نسبتاً آسان ہو جائے گا۔‘‘

8۔صحابیات اور نیک سیرت خواتین کےحالات زندگی کا مطالعہ کرنا

انسان جن لوگوں کے درمیان رہتا ہے یا جن کے متعلق پڑھتا اور سوچتا ہے۔انہی سے محبت کرتا اور انہی کے طور طریقے اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔میڈیا اور اشتہارات کے ذریعے جن خواتین کو نمایاں کیا جا رہا ہے وہ ماحول میں بگاڑ کا ذریعہ بن رہی ہیں۔ان

کے برے اثرات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ خواتین صحابیات اور نیک سیرت خواتین کےحالاتِ زندگی کا مطالعہ کریں۔

9۔اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا.

10۔ کثرت سے استغفارکرنا۔

خواتین آگ میں لے جانے والے اُمور سے بچیں

انس بن مالک روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((یؤتی بأنعم الناس یوم القیامة من أهل النار فیصبغ فی النار صبغة ثم یقال: یا ابن آدم هل رأیت خیرا قط؟ هل مرّ بك نعیم قط؟ فیقول: لا واللہ یا رب و یؤتی بأشد الناس بؤسا فی الدنیا من أهل الجنة فیصبغ فی الجنة فیقال له، یا ابن آدم هل رأیت بؤسا قط؟ هل مرّ بك شدة قط؟ فیقول: لا واللہ یا رب ما مرّ بی بؤس قط ولا رأیت شدة قط))

صحیح مسلم 17،149))’’

قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جسے دنیا میں سب سے زیادہ نعمتیں دی گئی اور وہ اہل نار میں سے ہو گا۔ اسے جہنم میں ایک غوطہ دیکر پوچھا جائے گا۔ اے ابن آدم کیا تم نے کبھی خیر دیکھی تھی؟کیا تمہارے پاس سے کسی نعمت کا کبھی گزر ہوا تھا؟ تو وہ کہے گا نہیں۔ اللہ کی قسم اے میرے رب۔ اسی طرح دنیا میں سب سے تنگ دست شخص کو لایا جائے گا جو اہل جنت میں سے ہو گا۔ اسے جنت میں ایک غوطہ دیکر پوچھا جائے گا۔ اے ابن آدم کیا تم نے کبھی تنگی، پریشانی دیکھی تھی؟ کیا تمہارے پاس سے کبھی کوئی سختی گزری تھی؟ تو وہ کہے گا۔ نہیں اللہ کی قسم اے میرے رب کبھی کوئی تکلیف میرے پاس سے نہ گزری اور نہ میں نے کبھی سختی دیکھی ہے۔‘‘

عبد اللہ بن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں

((أیھا الناس إنه لیس من شيء یقربکم من الجنة و یبعد کم من النار إلا قد أمرتکم به ولیس شیء یقربکم من النار ویبعدکم عن الجنة إلا وقد نھیتکم عنه))

)مصنف ابن ابی شیبه31 :، شعب الایمان’’(10376:

اے لوگو! میں تمہیں جنت کے قریب کرنے والی اور آگ سے دور کرنے والی تمام باتوں کا حکم دے چکا ہوں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تمہیں آگ سے قریب اور جنت سے دور کر دے مگر میں تمہیں اس سے منع کر چکا ہوں۔‘‘

ابوھریرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان فرماتے ہیں

((مثلی کمثل رجل استوقد نارا فلما أضاءت ماحولھا جعل الفراش وھذہ الدواب التی فی النار یقعن فیھا، وجعل یجحزھن ویغلبنه فیقتحمن فیھا، قال فذلکم مثلی ومثلکم، أن آخذ بحجزکم عن النار، ھلم عن النار، ھلم عن النار، فتغلبونی تقحمون فیھا))

)صحیح مسلم، کتاب الفضائل’’(2284:

میری مثال ایک آدمی کی ہے جس نے آگ جلائی جب گردوپیش روشن ہو گیا تو پتنگے اور آگ میں جلنے والے جانور اس میں آ آکر گرنے لگے۔ بس یہی میری اور تمہاری مثال ہے۔ میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے بچاتا ہوں۔ کہ آگ سے بچو، آگ سے بچو اور تم مجھ پر غالب آکر اس میں گرنے کی کوشش کرتے ہو۔‘‘

جہنم کا ایک جائزہ

قرآن وحدیث میں جہنم سے بچنے کی دعائیں سکھلائی گئی ہیں۔جہنم سے بچ کر جنت میں داخل ہونے کو سب سے بڑی

کامیابی قرار دیا گیا ہے۔اب ہم جہنم کا جائزہ لیتے ہیں کہ اس میں کون سے خطرے والی بات ہے جس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جہنم کی آگ کا دنیاوی آگ سے تقابل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((نارکم هذه التی یوقد ابن آدم جزء من سبعین جزءًا من حر جهنم))

تمہاری یہ آگ جو ایک انسان جلاتا ہے جہنم کی حرارت کے ستر حصوں میں سے ایک حصے(کے برابر) ہے۔''

صحابہ کرام نے عرض کی :اے اللہ کے رسول یہ بہت زیادہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((فإنها فضلت علیها بتسعة وستین جزءًا کلها مثل حرها))

(متفق علیہ)

وہ اس سے انہتر گنا سخت ہے اور اس کا ہر حصہ حرارت کی شدت میں اسی طرح ہے۔

''جہنم کی گہرائی

عتبہ بن غزوان،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((إن الصخرة العظیمة لتلقی من شفیر جهنم فتهوی فیها سبعین عاما ما تفضی إلی قرارها))

)مسند احمد 4:

۱174، جامع ترمذی،کتاب الایمان)10:۱45,46(

''ایک بڑا پتھر جہنم کے کنارے سے اس میں پھینکا جائے تو وہ ستر سال تک گرتا چلا جاتا ہے لیکن اس کی تہہ تک نہیں پہنچتا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے کسی

چیز کے گرنے کی آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا! اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا

هذا حجر أرسله الله فی جهنم منذ سبعین خریقاً فالآن حین انتهی إلی قعرها))

(صحیح مسلم:17179)

یہ پتھر اللہ تعالیٰ نے جہنم میں پھینکا تھا ستر سال کے بعد اب یہ اس کی تہہ میں پہنچا ہے۔''

جہنم کے دروازے

جہنم کے سات دروازے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے

﴿وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ() لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ﴾

)الحجر:43، 44(

''اور ان سب کے لیے جہنم کی وعید ہے۔اس(جہنم) کے سات دروازے ہیں۔ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔''

مفسرین نے کہا: دروازوں سے مراد طبقات ہیں۔ ایک کے اوپر دوسرا طبقہ ہے۔

جہنم کا ایندھن

جہنم کی آگ کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سخت پتھروں سے اسے بھڑکایا جائے گا۔

﴿وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ﴾''

)البقرہ: 24(

اس(جہنم) کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔''جب گندھک کے پتھر آگ میں ڈالے جائیں گے تو اس سے بہت بڑے شعلے پیدا ہوں گے۔ فرمایا:

﴿اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾(

)المرسلات:32’’(

وہ آگ محل جیسے بڑے بڑے شعلے پھینکے گی۔‘‘

جہنم کا کھانا

اِرشاد باری تعالیٰ ہے

﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ() لَّا يُسْمِنُ وَ لَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴾

)الغاشیہ 6، 7’’(

ان کے لیے خاردار سوکھی گھاس کے علاوہ کوئی کھانا نہ ہو گا۔ جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوگ مٹائے گا۔‘‘

پھر فرمایا:

﴿اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالًا وَّ جَحِيْمًا() وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾’’

یقینا ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور درد ناک عذاب ہے۔’’

(المزمل:13،12)

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت

﴿وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:یہ ایسا کانٹا ہے جو حلق کو پکڑ لے گا نہ حلق سے اترے گا اور نہ باہر نکل سکے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ() لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ() فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ() فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ() فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ() هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾

)الواقعہ 51-56’’(

پھر اے گمراہو اور جھٹلانے والو، تم زقوم کے درخت کی غذا کھانے والے ہو۔اسی سے تم پیٹ بھروگے اور اوپر کھولتا ہوا پانی پیاسے اونٹ کی طرح پیو گےیہ ہے قیامت کے دن ان لوگوں کی ضیافت کا سامان۔‘‘

عبد اللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾
آل عمران: 102))

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

((لو أن قطرة من الزقوم، قطرت فی دار الدنيا لأفسدت على أهل الدنيا معايشهم فكيف بمن يكون طعامه))
)جامع ترمذی54:،10’’(

اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں پھینک دیا جائے تو وہ پوری دنیا کے معاملات کو تباہ کر کے رکھ دے گا۔ تو(اندازہ کرو کے) اس کے کھانے والے کی کیا حالت ہو گی۔

’’جہنمیوں کا کھانا:

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ() وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ() لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ﴾
)الحاقه35، 37’’(

لہٰذا آج کے دن یہاں ان کا کوئی غم خوار نہ ہو گا اور زخموں کی پیپ کے علاوہ کھانا نہ ہو گا جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔

’’جہنمیوں کا مشروب

:اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ() يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَ يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ﴾
)ابراہیم: 16، 17’’(

پھر اس کے بعد آگے اس کے لیے جہنم ہے۔وہاں اسے کچ لہو کا سا پانی پینے کو دیا جائے گا جسے وہ زبردستی حلق سے اتارنے کی کوشش کرے گا اور مشکل ہی سے اتار سکے گا۔موت ہر طرف سے اس پر چھائی رہے گی مکر وہ مرنے نہ پائے گا اور آگے ایک

سخت عذاب ان کی جان سے لگا رہے گا۔

’’جہنمیوں کا لباس:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ() سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾’’((ابراہیم50،49))

اس روز تم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے۔تارکول کے لباس پہنے ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے چہروں پر چھائے جا رہے ہوں گے۔‘‘

جہنمیوں کی حالت اور دوسرے عذاب:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا

((ما بين منكبى الكافر مسيرة ثلاثة أيام للراكب المسرع))

)متفق علیہ’’ (

کافر کے دو کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار سوار کی تین دن کی مسافت کے برابر ہو گا۔‘‘صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ کافر کی داڑھ احد پہاڑ جیسی اور اس کی کھال انتہائی موٹی ہو گی۔(صحیح مسلم 17؍186)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اس وجہ سے ہو گا تاکہ کافر کو پوری طرح سزا دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے کے بعد اس پر ایمان لانا واجب ہے۔صحیح بخاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ قیامت کے دن اس کا مال ایک اژدھے کی صورت میں اس کے جبڑوں کو پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال ہوں۔ میں تیرا خزانہ ہوں۔ ایک روایت میں ہے وہ آدمی اس سے بھاگے گا۔ یہ اس کے پیچھے پہنچ کر اسے آ لے گا اور اس کے گلے کا طوق بن جائے گا۔

جہنمیوں کے معنوی عذاب:

فرشتے جہنمیوں کو آگ میں داخل ہونے سے پہلے زجروتوبیخ کریں گے فرمایا:

﴿كُلَّمَا اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَا اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ() قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾

(الملک،8 ،9))"

جب بھی جہنم میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا۔ داروغے ان سے پوچھیں گے کیا

تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ وہ کہیں گے کیوں نہیں ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور کہا، اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے۔"جہنمی ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔

﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا﴾ "(الاعراف:38)"

جب بھی کوئی جماعت(جہنم میں) داخل ہوگی دوسری اس پر لعنت کرے گی۔

تمام تعلق اور رشتے ناطے ختم ہو جائیں گے بلکه ایک دوسرے سے بیزاری اور براءت کا اعلان کریں گے۔

﴿لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾

)البقرہ:167"(

اگر ہمیں دوبارہ(دنیا میں جانے کا) موقع مل جائے تو ہم ان(برے پیشواؤں سے اس طرح بری ہو جائیں گے جس طرح وہ ہم سے ہو گئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرت بنا کر دکھائیں گے(اس سب کے باوجود) وہ آگ سے نکلنے والے نہیں ہیں۔"جہنمی اپنے واضح انجام کو دیکھ کر حسرت سے مہلت مانگیں گے لیکن دوبارہ مہلت نہیں ملے گی۔ فرمایا:

﴿رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾

)السجدۃ:12"(

اے ہمارے رب ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا، اب ہمیں واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں، اب ہمیں یقین آگیا ہے۔‘‘اللہ تعالیٰ جواب دیں گے

﴿اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ﴾

ابراہیم:44))’’

کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم پر تو ک
بھی زوال آنا ہی نہیں ہے۔‘‘پھر وہ کہیں گے:

﴿رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ﴾

)فاطر: 37’’(

اے ہمارے رب ہمیں یہاں سے نکال لے تاکہ ہم نیک عمل کریں۔ان اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے رہے تھے۔‘‘اللہ تعالیٰ جواب دیں گے:

﴿اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ﴾

)فاطر: 37’’(

کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا تھا ا ور تمہارے پاس عذاب سے ڈرانے والا بھی آیا اب تم مزہ چکھو۔ ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے۔‘‘ان کا جواب ہو گا:

﴿قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ() رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ﴾

)المومنون 106، 107’’(

وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی چھا گئی۔ہم واقعی گمراہ لوگ تھے۔اے ہمارے رب ہمیں یہاں سے نکال دے پھر اگر ہم نے ایسا قصور کیا تو ہم ہی ظالم ہوں گے۔‘‘اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہوئے فرمائیں گے:

﴿قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ﴾

)المومنون 108’’(

میرے سامنے سے دور ہوکر اس میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

’’ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ﴾

)ابراہیم:21”(

اب تو ایک ہی بات ہے ہم آہ وزاری کریں یا صبر، ہمارے لیے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔‘

امام مالکؒاس آیت کی تفسیر میں زید بن اسلم کا قول نقل کرتے ہیں۔ فرمایاجہنمی سو سال صبر کریں گے پھر سو سال آہ و زاری کرتے رہیں گے پھر سو سال صبر کریں گے پھر کہیں گے:

﴿سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ﴾

)ابراہیم:21”(

اب تو ایک ہی بات ہے ہم آہ وزاری کریں یا صبر، ہمارے لیے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔‘‘

اسلام میں عورت کامقام

اسلام سے قبل عورت کی جوحالت تھی، محتاج وضاحت نہیں، اہل علم اس سے پوری طرح باخبر ہیں۔ اسلام نے اسے قعرِ مذلت سے نکالا اور عزت واحترام کے مقام پر فائز کیا۔ وہ وراثت سے محروم تھی، اسے وراثت میں حصے داربنایا۔ نکاح وطلاق میں اس کی پسندیدگی وناپسندیدگی کا قطعاکوئی دخل نہ تھا، اسلام نے نکاح وطلاق میں اسے خاص حقوق عطا کیے۔ اسی طرح اسے وہ تمام تمدنی ومعاشرتی حقوق عطا کیے جو مَردوں کوحاصل تھے۔عورت کی بابت اسلامی تعلیمات کاخلاصہ حسب ذیل ہے:

عورت کے شرف ووقار کے تحفظ کے لئے اسلامی تعلیمات کاخلاصہ

1۔ بحیثیت انسان عورت بھی مرد ہی کی طرح انسانی شرف واحترام کی مستحق ہے۔ اس لحاظ سے مرد وعورت کےمابین

کوئی فرق نہیں۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو ان الفاظ سے
تعبیر کیا ہے
:﴿ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ واحدة ﴾
]النساء’’[4
تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا۔‘‘
اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
إِنَّمَا النساء شَقَائِقُ الرِّجَالِ))
’عورتیں مردوں ہی کی شقیقه (ہم جنس) ہیں’’[1]‘‘
شقیقه’’ کا مطلب ہے‘‘پیدائش’’ اور طبیعت میں یکساں ہونا۔
چنانچہ امام خطابی لکھتے ہیں
)’’:اس حدیث سے مراد که)عورتیں پیدا ئش اور طبعی اوصاف
میں مَردوں ہی کی طرح ہیں، گویا که وہ مردوں ہی سے نکلی
ہوئی ہیں۔
‘‘ [2]
یوں اسلام نےعورت کے بارے میں اس تصور کو که عورت مرد
کے مقابلے میں ذلیل وحقیر مخلوق ہے، باطل قرار دیا اور واضح
الفاظ میں صراحت کردی که تکریمِ آدمیت اور شرف انسانیت
کے لحاظ سے مرد وعورت میں فرق روا نہیں رکھنا چاہیے۔
اسی بنیاد پر، ا سلام میں وجه فضیلت اور وجه ذلت یه نہیں
ہے که فلاں مرد ہے، اس لیے افضل ہے اور فلاں عورت ہے، اس
لیے ذلیل ہے بلکه شرف وفضل کا معیار ایمان وتقویٰ ہے۔ فرمایا:
﴿ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾’’
)’’الحجرات(13:49
اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہےجو تم میں سب سے
زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔

اس نکتے کو قرآن کریم نے دوسری جگہ کھول کر بیان فرمایا
﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾’’
جس کسی نے بھی، چاہے وہ مرد ہو یاعورت، عمل صالح کیا درآں حالیکه وہ مومن ہے تو ہم اس کوپاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے بہترین عملوں کا انہیں ضرور بدلہ دیں گے

[1]سنن أبی داؤد:الطهارة، باب فی الرجل یجد البلة فی منامه، حدیث

---

[2] معالم السنن:(1؍ 162)‘‘ (النحل(97:16

اور اس مفہوم کو سورۂ احزاب میں مزید تفصیل سے بیان کیا۔ فرمایا:
﴿اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّاۗىِٕمِيْنَ وَالصّٰۗىِٕمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴾
بےشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں مومن مرد اور مومن عورتیں فرماں بردار مرد اور فرما نبردار عورتیں راست گومرد اور راست گوعورتیں صبرکرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والیاں بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان (سب کے) لئے اللہ تعالیٰ نے (وسیع) مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔
)‘‘الاحزاب (33 : 35

غرض ایمان اور اعمال صالحہ، جو فلاحِ ابدی کے ضامن ہیں، ان میں مرد وعورت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ جو بھی اپنی سیرت وکردار کو اس سانچے میں ڈھال لے گا، وہ اللہ کی بارگاہ میں سرخروہوگا اور جو ایمان وعمل صالح سےمحروم ہوگا، وہ مستحق عذاب ہوگا۔ قطع نظر اس بات کے کہ اس کاتعلق صنفِ ذکور سے ہے یاصنف اناث سے۔

3۔ اسلام سے قبل لڑکی کی ولادت کومنحوس سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ بعض درندہ صفت افراد لڑکی کو زندہ درگور کردیتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کے اس رویے کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ اَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾

جب ان میں سے کسی کولڑکی کی نوید سنائی جاتی ہے تو اس کاچہرہ(مارے غم اور افسوس کے) سیاہ ہوجاتا ہے اور دل میں وہ گھٹ رہاہوتا ہے وہ اس خبر کو براسمجھتے ہوئے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے او ر سوچتا ہے کہ اس ذلت کو برداشت کرے یا اس کومٹی میں دبا دے‘‘

(النحل:16: 58، 59)))

اسلام نے ان کے اس رویے کی سخت مذمت کی اور بچیوں کو اس طرح زندہ درگور کرنے سے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ اگر کسی نے اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا تو اس سے بارگاہ الٰہی میں باز پرس ہوگی۔ ﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾

]التکویر:89‘‘[

او رجب زندہ درگور کردہ لڑکی سے پوچھاجائےگا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی۔‘‘ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لڑکے کےمقابلے میں لڑکی کو حقیر سمجھنے اور اسے زندہ درگور کرنے کی

مذمت بیان فرمائی اور بچیوں کی پرورش اور ان کی تعلیم وتربیت کے فضائل بیان فرمائے۔ فرمایا
((مَنْ كَانَتْ لَهُ أُنْثَى فَلَمْ يَئِدْهَا، وَلَمْ يُهِنْهَا، وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهُ عَلَيْهَا، قَالَ: يَعْنِي الذُّكُورَ۔ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ)):
جس کے ہاں لڑکی ہوئی اس نے اسے زندہ درگور کیا نہ اسے حقیر سمجھا اور نہ لڑکے کو اس پر ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔[1] ‘‘

---

[1]سنن أبي داؤد:الأدب، باب فضل من عال يتامى، حديث:5146اسناده ضعيف، ضعفه الألباني وعليزئي

((مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ، فَأَدَّبَهُنَّ، وَزَوَّجَهُنَّ، وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ، فَلَهُ الْجَنَّةُ))’’
جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، ان کی تعلیم وتربیت کی، ان کی شادیاں کیں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا تو اس کے لیے جنت ہے۔
[1] ‘‘ایک اور روایت میں یہ الفاظ اس طرح ہیں
ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ، أَوْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ، أَوْ بِنْتَانِ، أَوْ أُخْتَانِ))’’
جس نے تین بہنوں یاتین بیٹیوں یادوبیٹیوں یادوبہنوں کی پرورش

کی(اس کےلیے جنت ہے)(2)
اس مفہوم کی متعدد روایات کتب حدیث میں موجود ہیں جن میں لڑکیوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اسلام کی انہی تعلیمات وہدایات کا نتیجہ ہے کہ بہت سے گھرانوں میں اگرچہ جہالت کی وجہ سےلڑکیوں کی پیدائش پرکراہت کااظہار کیاجاتاہے لیکن جہاں تک ان کی پرورش اور تعلیم وتربیت کاتعلق ہے، کسی بھی مسلم گھرانے میں اس میں کوتاہی نہیں کی جاتی اور بچیوں کوشہزادیوں کی طرح پالا

اوررکھا جاتا ہے۔اسلامی معاشرے میں عورت کی چارحیثیتیں ہیں۔ وہ کسی کی بیٹی ہے، کسی کی بہن ہے، کسی کی بیوی اور کسی کی ماں ہے۔ اسلام نے ان چار حیثیتوں میں اس کی عزت واحترام کی تلقین وتاکید کی ہے۔ بیٹی اور بہن کی حیثیت سے اس کی تعلیم وپرداخت کامختصر ذکر تو گزر چکا ہے۔ بہ حیثیت بیوی کے اس کے لیے جو تعلیم دی گئی ہے، وہ حسب ذیل آیات واحادیث سے واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1]سنن أبي داؤد:الأدب، باب فضل من عال يتامى، حديث:5147 [2] سنن أبي داؤد:الأدب، باب فضل من عال يتامى، حديث:5148

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ﴾’’

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کروا ور اس نے تمہارے درمیان مودت ورحمت پیدا فرمادی۔

)’’الروم(30 : 21

اس آیت کریمہ میں ایک تو عورت کو مرد کے لیے باعث تسکین بتلایا، جس سے اس کی اہمیت وعظمت واضح ہے۔ دوسرے، دونوں صنفوں کے تعلق کی نوعیت کوواضح کیا کہ ان کے مابین کشاکش اور تناؤ کی بجائے الفت ومحبت اور شفقت ورحمت کا رشتہ قائم ہونا اور رہنا چاہیے۔ ایک دوسرےمقام پر اللہ تعالیٰ نے عورت کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اس طرح فرمائی:

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾

اور عورتوں کے ساتھ اچھابرتاؤ کرو اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں
(تب بھی ان سے نباہ کرو) ہوسکتا ہے کہ جس چیز کو تم نا
پسند کرتے ہو، اس میں اللہ تعالیٰ خیرکثیر پیدافرمادے۔
النساء 19))
ایک اور مقام پر عورت کے حقوق کاان الفاظ میں تذکرہ فرمایا
﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾
ان عورتوں کے لئے(مردوں پر)معروف طریقے کے مطابق
وہی(حقوق) ہیں جو عورتوں پر(مردوں کے لیے) عائد ہوتے ہیں۔
)البقرة:23-228(
اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نےبھی اپنی امت
کو بڑی تاکید فرمائی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
)إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ’’((
کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے بہتر اور اپنے
بیوی بچوں پر سب سے زیادہ مہربان ہو۔[1] ‘‘
او ر فرمایا:((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي))’’
تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں سب سے
بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں
[2]‘‘حجة الوداع کے موقع پرنبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو
اہم باتیں اپنی امت کو ارشاد فرمائیں، ان میں سے ایک یہ بھی
تھی۔
((اسْتَوْصُوا بِالنساء خَيْرًا، فَإِنَّهُنَّ عِنْدَكُمْ عَوَانٍ))’’
عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، وہ تمہارے پاس
اسیر(قیدی) ہیں[3]‘‘
ایک حدیث میں نیک عورت کو بہترین متاع قرار دیاگیا
ہے۔((خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ))[4]
ماں کی حیثیت سے اسلام میں عورت کا مقام بہت اونچاہے۔ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾’’
اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں (حسن سلوک کی) بڑی

---

[1]جامع الترمذی: الایمان، باب فی استکمال الایمان والزیادہ، حدیث :2612 [2] سنن ابن ماجه، النکاح: باب حسن معاشرة النساء، حدیث:1977 [3] سنن ابن ماجه:النکاح، باب حق المرأة علی الزوج، حدیث:1851 [4] صحیح مسلم:النکاح، باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة، حدیث:1467

تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نےکمزوری پرکمزوری برداشت کرتے ہوئے حمل کی مدت پوری کی اور اس کا دودھ چھڑانا دوسال میں ہے(یہ اس لیے) کہ وہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرے
)’’لقمان (14 : 31دوسری جگہ فرمایا:
﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾
''اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے، اس کی ماں نے اسے مشقت کے ساتھ حمل میں رکھا اور مشقت وتکلیف کے ساتھ اس کوجنا۔
)’’الاحقاف 15۔46(
ان دونوں آیات میں اگرچہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کاحکم اور اس کی تاکید کی گئی ہے لیکن ماں کے حمل وولادت کی تکلیف کابطور خاص جس طرح ذکر کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کاحق باپ سے کئی گنازیادہ ہے اورحدیث سے بھی اس کی تاکید ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا)):
مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ:

ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبُوكَ)
میرےحسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’تمہاری ماں۔ ‘‘ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا:’’تمہاری ماں۔ ‘‘اس نے پھر پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا:’’تمہاری ماں۔ ‘‘اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ’’پھر تمہارا باپ۔[1]‘‘

اس حدیث میں تین مرتبہ ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید فرمانے کے بعد چوتھی مرتبہ باپ کے ساتھ حسن سلوک کاحکم دیاگیا ہے۔ اس کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ تین تکلیفیں ایسی ہیں جو صرف ماں برداشت کرتی ہے، بچے کے باپ کا اس میں حصہ نہیں۔ ایک حمل کی تکلیف جونومہینے عورت برداشت کرتی ہے۔ دوسری وضع حمل(زچگی) کی تکلیف، جوعورت کے لیے موت وحیات کی کشمکش کا یک جاں گسل مرحلہ ہوتا ہے۔ تیسری رضاعت (دودھ پلانے) کی تکلیف، جو دوسال تک محیط ہے۔ بچے کی شیرخوارگی کا یہ زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ ماں راتوں کو جاگ کر بھی بچے کی حفاظت ونگہداشت کامشکل فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ اس دوران میں بچہ بول کر اپنی ضرورت بتلاسکتا ہے نہ اپنی کسی تکلیف کا اظہار ہی کرسکتا ہے۔ صرف ماں کی ممتا اور اس کی بے پناہ شفقت اور پیار ہی اس کاواحد سہارا ہوتا ہے۔ عورت یہ تکلیف بھی ہنسی خوشی برداشت کرتی ہے۔یہ تین مواقع ایسے ہیں کہ صرف عورت ہی اس میں اپنا عظیم کردار ادا کرتی ہے اور مرد کا اس میں حصہ نہیں۔ انہی تکالیف کااحساس کرتے ہوئے شریعت نے باپ کےمقابلے میں ماں کےساتھ حسن سلوک کی زیادہ تاکید کی ہے۔

۔شادی سے قبل اور شادی کے بعد

شادی سے قبل اس کی تعلیم وتربیت کی فضیلت اور شادی کےبعد عورت سے حسن

[1صحیح البخاری:الادب، بَابٌ: مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ، حدیث:5971وصحیح مسلم:البروالصلة والأدب، باب البرالوالدين وأيهما أحق به، حديث:2548واللفظ له

عاشرت کی تاکید کی فضیلت بیان ہوچکی ہے لیکن عورت کے لیے دومرحلے اس کی زندگی میں بڑے اہم موڑکی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک مرحلہ شادی سے قبل رشتۂ ازدواج قائم کرنے میں اس کی پسند اور ناپسند کا مسئلہ ہے اور دوسرا مرحلہ وہ ہے کہ شادی کے بعد اگر خاوند صحیح کردار کاحامل ثابت نہ ہو تو اس سے گلوخلاصی کی کیاصورت ہے؟ ان دونوں مرحلوں کے لئے بھی اسلام نے عورت کے جذبات کوملحوظ رکھتے ہوئے نہایت معقول ہدایات دی ہیں تاکہ عورت پر کسی طرح سے بھی جبروظلم نہ ہوسکے۔

1۔ نکاح میں عورت کی پسند اور اس کے اختیار کے مسئلے میں بالعموم بڑی افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ کہیں تو عورت کو بالکل بے دست وپابنادیاگیا ہے، اس کی پسند وناپسند کی قطعاً کوئی پروا نہیں کی جاتی اور کہیں ایسا بااختیار بنادیا گیا ہے کہ ماں باپ اور اس کے سرپرستوں کی رائے اور مشورے کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی۔ اسلام نے اس افراط وتفریط کے مقابلے میں یہ راہ اعتدال اختیار کی کہ ایک طرف ولی(سرپرست) کی ولایت اور اجازت ضروری قرار دی اور فرمایا

[1]’’((لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ))’’ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں اکثر ائمہ کے نزدیک ایسا نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا، تاہم فقہاء کا ایک گروہ اس حدیث کی تضعیف یاتاویل کی وجہ سے انعقاد نکاح کا توقائل ہے لیکن اس کے ناپسندیدہ ہونے میں اسے بھی کلام نہیں اور بعض شکلوں میں ان کے نزدیک

[1]سنن ابی داؤد: النکاح، باب فی الولی، حدیث:2085تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، فتح الباری(9؍184):تحت

حدیث:5153.5127، ونیل الاوطار(6؍256۔ 252(

سرپرستوں کو ایسا نکاح فسخ کرانے کا اختیاررہتا ہے۔[1] دوسری طرف عورت کی رضامندی اور اس کی اجازت بھی ضروری قرار دی گئی ہے اور فرمایا :((لاَ تُنْكَحُ الأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ))’’ بیوہ عورت کانکاح اس کے مشورے کے بغیر نہ کیاجائے۔[2]‘‘ نیز فرمایا:((لاَ تُنْكَحُ البِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ)) ’’کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیاجائے۔ [3]‘‘کنواری عورت کے اندر شرم وحیازیادہ ہوتی ہے، اس لیے اس سے اجازت طلبی کا مسئلہ مشکل تھا، اسے بھی شریعت نے اس طرح حل فرمادیا کہ’’کنواری کی خاموشی ہی اس کی اجازت اور رضامندی ہے۔[4]‘‘ عورت کی رضامندی اور اس کی اجازت کی شریعت میں کتنی اہمیت ہے، اس کا اندازہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک واقعے سے بآسانی لگایاجاسکتا ہے کہ ایک خاتون خنساء بنت خِذام انصاریہ کا نکاح ان کے والد نے ان کی اجازت کے بغیر کردیا۔ انہیں یہ رشتہ ناپسند تھا۔ انہوں نے آکرنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باپ کی شکایت کی توآپ نے

[1]فتح القدیر لابن الهمام(3؍255) [2] صحیح البخاری:النکاح، باب لاینکح الأب وغیره البکر والثیب إلا برضاهما، حدیث:5136 [3] صحیح البخاری: النکاح، باب لاینکح الأب وغیره البکر والثیب إلا برضاهما، حدیث:5136 [4] صحیح البخاری :النکاح، باب لاینکح الأب وغیره البکر والثیب إلا برضاهما، حدیث:5136

ناپسند فرمایا اور نکاح رد کردیا، یعنی کالعدم قرار دے دیا۔)[1] اس پر مزید گفتگو مسئلہ ولایت نکاح میں ملاحظہ فرمائیں(شادی کے بعد اگرخاوند عورت کے نزدیک ناپسندیدہ

ہوتو اس سے گلوخلاصی حاصل کرنے کے لیے، اسی طرح عورت کو خلع کاحق دیا گیا ہے، جس طرح مرد کو ناپسندیدہ بیوی سے چھٹکاراحاصل کرنے کے لیے طلاق کاحق حاصل ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مرد کو تو طلاق کاحق ہے لیکن اس کے مقابلےمیں عورت مجبور ہے۔ وہ اگر خاوند کو ناپسند کرتی ہے تو اس کے لیے اس سے نجات حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ یہ تصور صحیح نہیں۔ عورت کو مرد کے حق طلاق کے مقابلے میں اسلام نے حق خلع عطا کیا ہے، البتہ اس نے مردوعورت دونوں کو یہ تاکید کی ہے کہ دونوں اپنا یہ حق انتہائی ناگزیر حالات میں استعمال کریں۔ محض ذائقہ بدلنے کے لیے استعمال نہ کریں۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو سخت گناہ گار ہوگا۔اسی طرح شریعت اسلامیہ نے مرد کوطلاق دینے کے بعد رجوع کا حق دیا ہے اس میں عورت پرظلم کی صورت ہوسکتی تھی کہ طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر باربار مرد رجوع کرلے اور یوں عورت کو نہ آباد کرے اور نہ مکمل آزاد کرے اور وہ بیچ میں معلق رہے، جس طرح زمانۂ جاہلیت میں عورت کو اس طرح تنگ کیا جاتا تھا کہ وہ اس کوطلاق دیتے تھے نہ آباد کرتے تھے بلکہ طلاق دیتے اور عدت گزرنے سے قبل ہی رجوع کرلیتے، پھر طلاق دیتے اور پھر عدت گزرنے سے قبل رجوع کرلیتے اور یہ سلسلہ سالہا سال تک اسی طرح معلق چلتا رہتا۔ شریعت نے اس ظلم کے انسداد کے لیے حق طلاق کومحدود کردیا

---

[1]صحیح البخاری:النکاح، بَابُ إِذَا زَوَّجَ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَنِكَاحُهُ مَرْدُودٌ، حدیث:5138

کہ مرد دو مرتبہ توطلاق دینے کے بعد رجوع کرسکتا ہے لیکن تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع کا بالکل حق نہیں رہتا۔ ماسوا اس کے کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے اور وہ اپنی

مرضی سے اسے طلاق دے دے۔یہ چندمختصر اشارات ہیں جن سے واضح ہے کہ اسلام نے عورت کو عزت واحترام کا وہ مقام عطاکیا ہے جو کسی بھی مذہب اورنظام نے نہیں دیا۔

مرد اور عورت کے دائرہ کار کااختلاف

اسی طرح اسلام کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے مرد اور عورت دونوں کے دائرہ کار کوبھی متعین کردیا ہے اس امر میں تو اختلاف کی کوئی ادنیٰ سی گنجائش بھی نہیں کہ قدرت نے مرد اور عورت کو الگ الگ مقاصد کےلیے پیدا فرمایا ہے، لہٰذا دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں صنفوں کی ذہنی وعملی صلاحیتوں میں قدرتی فرق کو بھی تسلیم کیا جائے اور اس فرق کی بنیاد پر دونوں کے دائرہ کار کے اختلاف کوبھی۔

اگرچہ دونوں اپنے اپنے دائرے میں انسانی زندگی کے لیے ناگزیر اور ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عورت مرد سے بے نیاز نہیں رہ سکتی اور مرد عورت کو نظرانداز کرکے زندگی کی شاہراہ پر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا، تاہم دونوں کی ذہنی صلاحیتوں میں فرق ہے، دونوں کا مقصد تخلیق الگ الگ ہے اور دونوں کے دائرہ کار ایک دوسرے سے مختلف اورجداگانہ ہیں۔بنابریں شریعت اسلامیہ نے ذہنی وعملی فرق وتفاوت اور دائرہ کار کے اختلاف کی وجہ سے بہت سی چیزوں میں مرد وعورت کے درمیان فرق ملحوظ رکھا ہے۔ بعض ذمہ داریاں صرف مردوں پرعائد کی ہیں، عورتوں کو ان سے مستثنیٰ رکھا ہے۔ اسی طرح بعض خصوصیات سے عورتوں کونوازا ہے، مردوں کو ان سے محروم رکھا ہے لیکن ان فطری صلاحیتوں کے فرق وتفاوت کامطلب کسی صنف کی برتری اور دوسری صنف کی کمتری وحقارت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر مردکے اندر اللہ تعالیٰ نے صلاحیت رکھی کہ وہ عورت کو بارآور کرسکتا ہے لیکن

خود بارآور نہیں ہوسکتا، اس کے برعکس عورت کے اندرصلاحیت رکھی ہے کہ وہ بارآور ہوسکتی ہے لیکن وہ بارآور کرنہیں سکتی۔ گویا مرد کے اندرتخلیق وایجاد کا جوہر رکھا گیا ہے تو عورت کو اس تخلیق وایجاد کے ثمرات ونتائج سنبھالنے کاسلیقہ اورہنر عطا کیاگیا ہے۔ اسی طرح اگر مرد کو حکمرانی وجہانبانی کاحوصلہ عنایت کیا گیا ہے تو عورت کو گھربسانے کی قابلیت بخشی گئی ہے۔ مرد کے اندر قوت وعزیمت کے اوصاف رکھے گئےہیں تو عورت کو دل کشی ودل ربائی کا وصف عطا کیاگیا ہے، چنانچہ اس کارخانۂ عالم کی زیب وزینت کسی ایک ہی صنف کے اوصاف سے نہیں ہے بلکہ دونوں قسم کے اوصاف سےہے اور دونوں ہی انسانی معاشرے کے اہم رکن ہیں۔انسانی معاشرے کاوجود اور بقا ان دونوں میں سے کسی ایک ہی پرمنحصر نہیں ہے کہ ساری اہمیت بس اسی کو دے دی جائے اور دوسرے کو یکسر نظر انداز کردیا جائے بلکہ اس پہلو سےد ونوں مساوی حیثیت رکھتے ہیں، البتہ خصوصیات اورصلاحیتیں دونوں الگ الگ لے کرآئے ہیں، لہٰذا مرد جوکام کرسکتے ہیں، عورتیں وہ سارے کام نہیں کرسکتیں لیکن ایسے مردانہ کام نہ کرسکنا، عورت کی تحقیر نہیں ہے۔ اسی طرح عورت کے بعض کام مرد نہیں کرسکتے تو اس میں ان کےلیے حقارت کاپہلو نہیں۔ دونوں اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اعمال کے مکلف ہیں، اسی لئے اسلام کی منشا یہ ہےکہ دونوں صنفیں اپنے اپنے دائرے میں کام کرکے منشائے قدرت کی تکمیل کریں اور ایک دوسرے کےکاموں میں دخیل ہوکر فسادِ تمدن کا باعث نہ بنیں۔ وہ ایک دوسرے کے معاون ہوں، متحارب نہ ہوں۔ حلیف ہوں، حریف نہ ہوں۔ جو انسانی معاشرہ اس فطری اصول سے انحراف کرے گا، امن وسکون سے محروم ہوجائے گا۔اس لیے

اسلام نے انسانی معاشرے کوفساد سے بچانے کے لیے مرد وعورت دونوں کے دائرۂ کار کو ان کی فطری صلاحیتوں کے مطابق متعین کردیا ہے۔ مرد کا دائرۂ کار گھر سے باہر اور عورت کااصل دائرۂ کار گھر کی چاردیواری ہےاورا سی بنیاد پر اس نے مرد اور عورت کے درمیان بہت سے امور میں فرق کیا ہے، جس کی مختصر تفصیل آپ آنے والے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔****

مرد اور عورت کے درمیان بنیادی فرقمعاشی کفالت کاذمے دار اورخاندان کا سربراہ

اسلام نے عورت کوکمانے(ملازمت کرنے یاتجارت وکاروبار کرنے) سے مستثنیٰ رکھا ہے نان ونفقه کی ساری ذمے داری مرد پر ڈالی ہے، چنانچه عورت جب تک غیر شادی شده ہے، ماں باپ یابھائی یابصورت دیگر چچا وغیره اس کے کفیل ہوں گے اور شادی کے بعد اس کاخاوند یابیٹا۔ اسی اعتبار سے مرد کو عورتوں کا قوام(سربراہ، حاکم اورنگران) کہا گیا ہے۔

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النساء بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِہِمْ﴾

’’مرد عورتوں پر قوام(نگران) ہیں، به سبب اس کے جو اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور به سبب اس کے جو وه مرد اپنے مالوں سے خرچ کرتے ہیں
) ’’النساء(34:4

مرد کی جس فضیلت کا یہاں ذکر کیاگیا ہے وه یہی ہے که چونکه خاندان کاکفیل وه ہے اور تجارت وکاروبار اسی کی ذمے داری ہے۔ اس کو اس قسم کی صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے اور وہی یه بوجھ اٹھانے کے قابل بھی ہے، اس لیے اس کی ذمے داری کی نسبت سے اس کا حق بھی زیاده ہے اور وه حق یه ہے که وه سربراه خاندان ہو۔ مرد کی اس فضیلت وفوقیت کو دوسری آیت میں یوں بیان کیاگیا ہے

:﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾’’
مروں کو عورتوں پر ایک درجه (مرتبه) حاصل ہے۔
)’’البقرة(228 :

عورت کے لئے پردے کاحکم

اسلام نے عورت کو چونکه بیرون خانه کی ذمے داریوں سے مستثنیٰ رکھا ہے، اس لئے نے اس عورتوں کے لیے یه تاکید کی ہے که وه اپنا وقت گھر کے اندر گزاریں۔

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى﴾’’
اور تم اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور پہلے زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کا اظہار نه کرتی پھرو۔
)’’الأحزاب:33(

اس آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے که عورت کامنصب یه قطعاً نہیں ہے که وه بازار کی تاجر، دفتر کی کلرک، عدالت کی جج، فوج کی سپاہی، کسی افسر کی سیکرٹری، کسی دکان میں ماڈل گرل یاائرہوسٹس بنے بلکه اس کے عمل کا حقیقی میدان اس کاگھر ہی ہے، چنانچه امام جصاص رحمه الله اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

((وفيه الدلالة على أن النساء مامورات بلزوم البيت منهيات عن الخروج))

یه آیت اس امر کی دلیل ہے که عورتیں اپنےگھروں میں ٹک کر رہنے پر مامور ہیں اور باہر نکلنا اس کے لیےممنوع ہے۔یه آیت ازواج مطہرات کے ضمن میں نازل ہوئی تھی لیکن اس میں جواحکام دیئے گئے ہیں وه تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہیں، چنانچه امام جصاص رحمه الله مزید لکھتے ہیں

:((فهذه الأمور كلها مما أدب الله تعالىٰ به نسآء النبی صلى الله عليه وسلم صيانة لهن وسائر نساء المؤمنين مرادات بها))’’

یہ تمام امور وہ ہیں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو ان کی عزت وحرمت کی حفاظت کے لیے آداب سکھلائے اور ان سے مراد تمام مومن عورتیں یں۔[1] ‘‘ البتہ ضرورت کے وقت گھر سے باہر نکل سکتی ہیں لیکن پردے کی پابندی کے ساتھ جس کاحکم بھی قرآن میں موجود ہے اوراحادیث میں بھی یہ تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔شریعت کی نگاہ میں عورت کے لیے اپنے گھرٹھہرنے کی جتنی اہمیت ہے، اس کا اندازہ اس سے بآسانی لگایاجاسکتا ہے کہ عبادات ہوں یادیگر فرائض حیات، ان کو عورت پر اجتماعی شکل میں فرض ہی نہیں کیاگیاہے۔ نماز جو سب سے اہم عبادت ہے۔ مرد پرتو باجماعت فرض ہے اور بغیر جماعت کے پڑھنے پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں لیکن عورت پر نماز تو ضرور فرض ہے لیکن اس کے لیے جماعت ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ اسے یہ اجازت تو حاصل ہے کہ اگر وہ مسجد میں آکر باجماعت نمازپڑھنا چاہتی ہے توپردے کے اہتمام کے ساتھ آکر ادا کرسکتی ہے لیکن اسےترغیب یہ دی گئی ہے کہ اس کے لیے زیادہ بہتر گھر کے اندر ہی نمازپڑھنا ہے بلکہ گھر کے اندر بھی وہ حصہ زیادہ بہتر ہے جو گھر کا زیادہ سے زیادہ اندرونی حصہ ہو، چنانچہ فرمایا:((خیر مساجد النساء قعر بیوتھن))’’ عورتوں کے لیے بہترین مساجد (جائے عبادات) ان کےگھروں کے سب سے اندورنی حصے ہیں۔[2] ‘‘

مشہور صحابی حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت ام حمید رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا

---

[1]أحكام القرآن(3۔443) [2] مسنداحمد(6۔297)

سند کرتی ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:‘‘ مجھے یقین ہے کہ تمہاری خواہش یہیس ہے لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارا اپنے مکان کی کسی تنگ کوٹھڑی میں نماز پڑھناتمہارے لیے کشادہ کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہاری جو نماز کمرے میں ادا ہو وہ مکان کے وسط میں ادا کی جانے والی نماز سے اولیٰ ہے اور تمہاری وسط مکان میں پڑھی جانے والی نماز اس نماز سے افضل ہے جو تم اپنے محلے کی مسجد میں پڑھو۔ اسی طرح تمہاری جو نماز اپنے محلے کی کسی مسجد میں ادا ہو وہ تمہارے حق میں میری مسجد(مسجد نبوی) میں پڑھی جانے والی نماز سے بہتر ہے۔’’ اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن سوید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی پھوپھی (ام حمید رضی اللہ عنہا) نے اپنے لیے مکان کا سب سے اندرونی اور تاریک حصہ نماز کے لیے متعین کر لیا تھا اور وہیں ساری عمر نماز پڑھتی رہیں۔[1] جمعہ بھی اجتماعی عبادت کا ایک اہم مظہر ہے۔ اس میں بھی عورتیں اگرچہ شرکت کر سکتی ہیں لیکن یہ اجتماعی عبادت بھی عورت پر فرض نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے
:((الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً: عَبْدٌ مَمْلُوكٌ، أَوِ امْرَأَةٌ، أَوْ صَبِيٌّ، أَوْ مَرِيضٌ))’’
جمعہ ہر مسلمان پر باجماعت پڑھنا واجب ہے، البتہ غلام، عورت، بچہ اور مریض اس (وجوب جمعہ) سے مستثنیٰ ہیں۔ [2]‘‘شریعت نے مسلمانوں کو اپنے مرنے والے، مسلمان بھائیوں کی نماز جنازہ پڑھنے کی

---

[1]مسند احمد(6؍371) [2] سنن أبی داؤد:کتاب الصلاۃ، بَابُ الْجُمُعَةِ لِلْمَمْلُوكِ وَالْمَرْأَةِ، حدیث:1067

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں

نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الجَنَائِزِ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا))‘‘
ہمیں (عورتوں کو) جنازے کی متابعت کرنے سے منع کردیاگیاہے، تا ہم اس میں زیادہ سختی نہیں کی گئی۔[1]‘‘
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس ضمن میں ابن منیر رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:''
امام بخاری رحمہ اللہ نے عورتوں کو جنازے کی ممانعت کے متعلق باب اور نماز جنازہ پڑھنے کی فضیلت کے باب کے درمیان متعدد ابواب کے ساتھ فاصلہ کردیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں مرد وعورت کے درمیان فرق ہے اور جنازے میں شرکت کی جو فضیلت ہے، وہ صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ عورتیں اس کی مخاطب نہیں کیونکہ عورتوں کو جنازے میں شرکت سے منع کیا گیا ہے۔ یہ ممانعت تحریم یاکراہت کی مقتضی ہے۔ جبکہ فضیلت استحباب پردال ہے اور تحریم یاکراہت فضیلت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔[2]‘‘
جہاد بھی اسلام کا ایک فریضہ ہےلیکن اسے بھی مردوں پرفرض کیا گیا ہے، عورتوں پر نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:
کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟آپ نے فرمایا
نَعَمْ، عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ، لَا قِتَالَ فِيهِ: الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ))

---

[1]صحیح البخاری:الجنائز، بَابُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الجَنَائِزَ، حدیث:1278 [2] فتح الباری(3؍185(

ہاں !ان پر بھی جہاد فرض ہے لیکن لڑائی والاجہاد نہیں، ان کا جہاد حج اور عمرہ ہے۔[1]‘‘
غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا مجھے بھی اجازت دیجئے کہ آپ کے ساتھ جنگ میں چلوں اور

زخمیوں اور بیماروں کی دیکھ بھال کا کام کروں، شاید اس طریقے سے اللہ تعالیٰ مجھے رتبۂ شہادت سے سرفراز فرمادے۔ آپ نے فرمایا
اقَرِّي فِي بَيْتِكِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَرْزُقُكِ الشَّهَادَةَ))’’
تم اپنے گھر ہی میں ٹک کر رہو، تمہیں اللہ تعالیٰ ایسے ہی شہادت کا رتبہ عطا فرما دے گا۔‘‘
راوی کابیان ہے، چنانچہ ان کا نام ہی شہیدہ پڑگیاتھا۔[2] اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض غزوات میں چندخواتین اسلام نے حصہ لیا ہےلیکن وہ محض گنتی کی چند عورتیں تھیں اور انہوں نے بھی وہاں جاکر مردوں کے دوش بدوش مورچے سنبھالے تھے نہ توپ وتفنگ سے وہ مسلح تھیں بلکہ صرف پیچھے رہ کر فوجیوں کی خوراک اور مرہم پٹی کاکام کرتی رہتی تھیں۔ جس طرح حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت کی ہے۔
((غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، أَخْلُفُهُمْ فِي رِحَالِهِمْ، فَأَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ، وَأُدَاوِي الْجَرْحَى، وَأَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى))''
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی میں ان کے خیموں میں پیچھے رہتی، ان کے لیے کھانا تیار کرتی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور بیمار پرسی

[1]سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الحج جهاد النساء، حدیث:2901 [2] سنن أبی داؤد، الصلاۃ، باب امامة النساء، حدیث:591

کرتی۔[1]‘‘

ان احادیث سے واضح ہے کہ جمعہ، جماعت، جنازہ اور جہاد وغیرہ فرائض میں عورتوں کی شرکت کو ضروری قرار نہیں دیا گیا ہے بلکہ ان کے ساتھ یہ خصوصی رعایت کی گئی ہے کہ گھر بیٹھے ہی انہیں ان فرائض کا اجروثواب مردوں ہی کی طرح مل جائے گابشرطیکہ وہ گھریلوامور پوری ذمے داری سےاداکریں۔

وراثت میں عورت کانصف حصہ

وراثت میں بھی مرد وعورت کے درمیان فرق ہے۔

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾’’

مرد کے لیے دوعورتوں کی مثل ہے)‘‘النساء(11:4

اور ا س کی وجہ بھی وہی مرد وعورت کے دائرۂ کار کااختلاف ہے۔ اسلام میں چونکہ نان ونفقہ کاذمے دار مرد کو بنایاگیا ہے، عورت کونہیں، اس لیے مرد کی ذمے داریوں کے بوجھ کے حساب سے اسے وراثت میں حصہ بھی دگنا دیاگیاہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تومرد پر ظلم ہوتا۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھاجاسکتا ہے۔ایک شخص فوت ہوجاتا ہے، اس کے ورثاء میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ اس کی جائیداد میں اسے

﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾ کے تحت لڑکے کو ایک لاکھ کی رقم ملتی ہے اور لڑکی کو پچاس ہزارروپے۔لڑکی کے یہ پچاس ہزار روپے نہ صرف محفوظ رہیں گے بلکہ ان میں اضافہ ہوگا اگر وہ اس کو کسی کاروبار میں لگادے تو نفع آئے گا۔ علاوہ ازیں شادی پر کرتی۔(1)

---

[1]صحیح مسلم، کتاب الجهاد:باب النساء الغازيات....الخ، حدیث:1812

ان احادیث سے واضح ہے کہ جمعہ، جماعت، جنازہ اور جہاد وغیرہ فرائض میں عورتوں کی شرکت کو ضروری قرار نہیں دیا گیا ہے بلکہ ان کے ساتھ یہ خصوصی رعایت کی گئی ہے کہ گھر

بیٹھے ہی انہیں ان فرائض کا اجروثواب مردوں ہی کی طرح مل جائے گابشرطیکہ وہ گھریلوامور پوری ذمے داری سے ادا کریں۔ مجھول النسب رہتا۔ آخر کس کی طرف یقین کے ساتھ اسے منسوب کیا جاتا؟ اس کے علاوہ اس کی متعدد حکمتیں ہیں، جس کی کچھ تفصیل آگے آئے گی۔

مرد کاحق طلاق اور اس کی حکمت

حق طلاق بھی وہ حق ہے جو اسلام نے مرد کو تودیا ہے، عورت کو نہیں دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت مرد کے مقابلے میں مشتعل اور جلدبازی میں جذباتی فیصلہ کرنے والی ہے، نیز عقل اوردوراندیشی میں کمزور ہے۔ عورت کو بھی اختیار دیے جانے کی صورت میں، یہ اہم رشتہ جوخاندان کےا ستحکام وبقا اور اس کی حفاظت وصیانت کے لیے بڑا ضروری ہے، تارعنکبوت سے زیادہ پائیدار نہ ہوتا۔ علمائے نفسیات وطبیعات بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں:

عور ت کی جسمانی ساخت بچوں کی جسمانی ترکیب سے قریب تر ہوتی ہے، اس لئے عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ بچوں کی طرح جلد متاثر اور منفعل ہوجاتی ہے۔ فرحت وکلفت، خوف ومسرت کےاحساسات جلدہی اس پر طاری ہوجاتےہیں اور چونکہ اس میں عقلیت اورغور وفکر کی قوت کو زیادہ دخل نہیں ہوتا، اس لیے جلد ہی تأثرات اس سے زائل بھی ہوجاتے ہیں اور اکثر دیرپاثابت نہیں ہوتے۔ اس بنا پر عورت متلون اور غیرمستقل مزاج ہوتی ہے۔‘‘

ایک اور اشتراکی فلسفی کے حوالے سےوہ لکھتے ہیں

عورت کا وجدان مرد کے وجدان سےکمزور ہوتا ہے، جتنی کہ اس کی عقل مرد کی عقل سے کم ہوتی ہے، اس کے اخلاقی پیمانے بھی مرد سے مختلف ہوتے ہیں، اس
لیے بالکل ضروری نہیں کہ جس کو وہ اچھا یا برا بتائے، واقعی وہ اچھا یا برا ہی ہو۔[1]‘‘
مشہور حنفی فقیہ علامہ ابن ہمام، عورت کوحق طلاق نہ دیے جانے کےضمن میں لکھتے ہیں

:((جَعْلُهُ بِيَدِ الرِّجَالِ دُونَ النساء لِاخْتِصَاصِهِنَّ بِنُقْصَانِ الْعَقْلِ وَغَلَبَةِ الْهَوَى، وَعَنْ ذَلِكَ سَاءَ اخْتِيَارُهُنَّ وَسَرُعَ اغْتِرَارُهُنَّ وَنُقْصَانِ الدِّينِ، وَعَنْهُ كَانَ أَكْثَرُ شُغْلِهِنَّ بِالدُّنْيَا وَتَرْتِيبِ الْمَكَايِدِ وَإِفْشَاءِ سِرِّ الْأَزْوَاجِ وَغَيْرِ ذَلِكَ))
طلاق کااختیار صرف مرد کے ہاتھ میں دینے کے وجوہ میں سے چند یہ ہیں :''
عورتیں ناسمجھ (نقصان عقل) اور غلبۂ ہوی (جذباتی ہونے) کی وجہ سے اختیارات کا غلط طور پر استعمال کرنے لگتی ہیں اور جلد فریب کاشکار ہوجاتی ہیں اور دینی حیثیت سےکمزور (نقصان دین) ہونے کی وجہ سے دنیا کے کاموں (بناؤسنگھار،غیبت اور بدگوئی وغیرہ) میں زیادہ منہمک رہتی ہیں، مکر کے جال بنتی رہتی ہیں اور شوہروں کے رازوں کوظاہر کردیتی ہیں اور اس طرح کی اور چیزیں ہیں۔[2] ‘‘
اس لیے شریعت اسلامیہ نے طلاق کا حق بھی صر ف مردوں کو دیا ہے جو عقل و فہم، تدبر، دوراندیشی اور حوصلہ وعزم میں عورت سے فائق ہے۔ ہر سمجھ دار طلاق دینے سے پہلے بہت کچھ سوچتا ہے اور بدرجۂ آخر یہ حق طلاق استعمال کرتا ہے جس طرح کہ شریعت نے بھی اسے بدرجۂ آخر ہی استعمال کرنے

کی تاکید کی ہے۔ عورت کی اس کمزوری کا ذکر احادیث میں اس طرح کیا گیا ہے۔ فرمایا
((اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ المَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ

---

[1]دائرة المعارف (عربی) فرید وجدی(8،596) بحوالہ''معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں'' مؤلف مولانا برہان الدین شائع کردہ مکتبة الحسن لاہور۔ [2] فتح القدیر:الطلاق، (3،365

اَعلاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ))عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت مانو!عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور سب سے زیادہ کجی اوپر کی پسلی میں ہوتی ہے۔ پس اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ دو گے اور یوں ہی چھوڑ دوگے تو کجی باقی رہے گی۔ پس عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤکرنے کی وصیت قبول کرو۔[1]''
حافظ ابن حجر لکھتے ہیں
((وَفِيهِ سِيَاسَةُ النساء بِأَخْذِ الْعَفْوِ مِنْهُنَّ وَالصَّبْرِ عَلَى عِوَجِهِنَّ وَأَنَّ مَنْ رَامَ تَقْوِيمَهُنَّ فَإِنَّهُ الِانْتِفَاعُ بِهِنَّ مَعَ أَنَّهُ لَا غِنَى لِلْإِنْسَانِ عَنِ امْرَأَةٍ يَسْكُنُ إِلَيْهَا وَيَسْتَعِينُ بِهَا عَلَى مَعَاشِهِ فَكَأَنَّهُ قَالَ الِاسْتِمْتَاعُ بِهَا لَا يَتِمُّ إِلَّا بِالصَّبْرِ عَلَيْهَا))
مطلب اس کا یہ ہےکہ عورت کے مزاج میں تھوڑی سی کجی ہے (جوضد وغیرہ کی شکل میں بالعموم ظاہر ہوتی رہتی ہے۔)
پس اس کمزوری میں اسے معذور سمجھو کیونکہ یہ پیدائشی ہے۔ اسے صبر وحوصلے کے ساتھ برداشت کرو اور ان سے عفو ودرگزر کا معاملہ کرو اگر تم انہیں سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکو گے درآں حالیکہ ان کا وجود انسان کے سکون کے لیے ضروری ہے اور کشمکش حیات میں ان کا

تعاون ناگزیر ہے، اس لیے صبر کے بغیر ان سے استمتاع اور نباہ ناممکن ہے۔[2]‘‘
ایک دوسری حدیث میں عورت کے سریع الغضب(زود رنج ہونے) اور ذرا سی بات خلاف طبیعت پیش آجانے پر ایک دم سارے احسانات فراموش کردینے کی فطرت کو اس طرح بیان کیاگیا ہے:

---

[1]صحیح البخاری:أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم وذریته، حدیث:3331 [2] فتح الباری، (9؍315(

((لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ))
تم ایک عورت کے ساتھ عمر بھر احسان کرتے رہولیکن اگر وہ کسی وقت تم سے کسی معمولی بات بھی(خلاف طبیعت) دیکھ لے گی تو فوراً کہہ اٹھے گی، میں نے تو تیرے ہاں کبھی سکھ دیکھا ہی نہیں[1]‘‘

جدید ماہرین کا اعتراف

عورت کی جس فطری کجی کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے اور اس کی بنا پر اس کے ساتھ برداشت اور تحمل کے ساتھ گزارا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کا اعتراف مختلف انداز سے اب چودہ سوسال کے بعد بھی کیا جا رہا ہے۔ اس پس منظر کے ساتھ برطانوی ماہرین کی ایک رپورٹ ملاحظہ فرمائیں

:عورت کی اس فطری کمزوری کے حوالے سے برطانوی ماہرین کی رپوٹ:

بیوی شوہر سے سالانہ 8 ہزارمنٹ الجھتی ہے۔ برطانوی ماہرین ہفتے میں کم سےکم 2 گھنٹے 25 منٹ
اور ماہانہ 11 گھنٹے بیوی اپنے شوہرسے لڑتی جھگڑتی ہے۔
رپورٹ’’لندن(آن لائن)گھریلو ناچاقی اور میاں بیوی کے درمیان

الجھنیں ہر معاشرے اور ہردور کا حصہ رہی ہیں اور اس سے نجات کے لیے ماہرین مختلف طریقے بھی تجویز کرتے ہیں۔ حال ہی میں برطانیہ میں کی گئی ایک تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ بیوی ایک سال میں اپنے شوہرسے 8 ہزار منٹ تک الجھتی رہتی ہے۔ برطانیہ میں ماہرین نے 3000 افراد پر یہ تحقیق کی اور پتا چلایا کہ شوہر کی نسبت بیوی

---

[1]صحیح البخاری:النکاح، باب کفران العشیر وھو الزوج وھو الخلیط من المعاشرۃ، حدیث:5197

زیادہ چڑ چڑے پن کا شکار رہتی اور اپنے خاوند اور دیگر افرادخانہ سے الجھتی رہتی ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیاکہ ہفتے میں کم سےکم دو گھنٹے 25 منٹ اورماہانہ 11 گھنٹے اپنے شوہر سے لڑتی جھگڑتی ہےچونکہ میاں بیوی کےدرمیاں جھگڑےہر معاشرے کا حصہ ہیں۔ اس لیےماہرین نفسیات بیوی کے چڑ چڑے پن سے نمٹنے کے لیے کچھ طریقے بھی تجویز کرتے ہیں۔ ماہرین کا کہناہے کہ بیوی سےاس کی فطرت کے مطابق ہی سلوک کیا جائے۔ کسی بھی شخص کو سو فیصد تبدیل کرناغیر منطقی ہے۔ تبدیلی باہر سے مسلط نہیں کی جاسکتی بلکہ الجھنوں کا شکار شخص خود جب تک تبدیلی کا عزم نہ کرے تو اس کی طبیعت اور مزاج میں فرق نہیں پڑے گا۔ یہ بات ذہن نشیں کرلی جائے کہ آپ کے شریک حیات کے مزاج میں پائی جانے والی تلخی کے پس پردہ اس کی تعلیم، مخصوص ماحول میں پرورش اور اس کےموروثی مسائل میں سے کو ئی ایک عنصر ہوسکتا ہے۔ اگرخاتون اپنےشوہر پر مخصوص اور متعین ذمہ داریاں ڈالتی ہے تو اس کے اس فطرت کو بتدریج بدلا جاسکتا ہے۔ شریک حیات میں سے دونوں کویقین رکھنا چاہیے کہ تبدیلی

پلک جھپکنے میں نہیں آجاتی۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے جو بتدریج اورتکرار کے ذریعے ہی آسکتا ہے۔[1]

مسئلہ شہادتِ نسواں اور مرد وعورت کے درمیان فرق واختلاف کی تین صورتیں

ان تفصیلات سے واضح ہے کہ بہت سے معاملات میں مرد وعورت کے درمیان ان کی فطری صلاحیتوں کے اعتبار سے اور دائرۂ کار کے اختلاف کی وجہ سے فرق کیا گیا ہے۔

اس فرق واختلاف کی بالعموم تین صورتیں ہیں:

1۔ بعض کا م تو ایسے ہیں جنہیں صرف مرد ہی کرسکتے ہیں، عورتیں نہیں کرسکتیں اور بعض کام

---

[1]روزنامہ''آواز''لاہور، 9مئی 2016ء

عورتیں کرسکتی ہیں، مرد نہیں کرسکتے دنیا کی کوئی طاقت ان میں تبدیلی کرنے پر قادر نہیں جیسے مرد کا بارآور کرنا اور عورت کاحاملہ اور مرضعہ ہونا۔

2۔ اور بہت سے کام ایسے ہیں کہ جنہیں اگرچہ مردوں کی طرح عورتیں بھی کرسکتی ہیں لیکن ان کاموں کو عورتوں پرفرض نہیں کیاگیا ہے تاکہ عورت کا اصل دائرہ کار (گھریلو زندگی) متأثر نہ ہو اور مردوں کے ساتھ عام اختلاط نہ ہو جو اسلام کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔ نماز باجماعت، جمعہ، جنازے اور جہاد میں شرکت سے عورتوں کااستثنا اسی اصول پر مبنی ہے اور کسب معاش کے بوجھ سے بھی اسے اسی بنیاد پر فارغ رکھا گیا ہے۔اسلام کے نزدیک عورت کا اپنے آپ کو صرف امورخانہ داری تک محدود رکھنا، اس عزت وشرف کے بقا کے لیے بھی ضروری ہے جو اس نے عورت کوعطا کیا ہے۔ خاندان کی حفاظت وصیانت کا بھی عین تقاضا ہے اور انسانی معاشرے کو

فساد قلب ونظر سے بچانے کے نقطۂ نظر سے بھی یہ ایک امر ناگزیر ہے۔

3۔ بہت سے معاملات ایسے ہیں کہ عورت اپنی فطری کمزوری کی وجہ سے انہیں اس طرح انجام نہیں دے سکتی جس طرح مرد اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے ان پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مرد کو جسمانی قوت عورت سے زیادہ عطا کی ہے، اسی طرح ذہنی، دماغی صلاحیتوں میں بھی وہ عورت سے فائق ہے۔ اس فطری کمزوری، یا فطری خوبیوں کی وجہ سے کسی کوحقیر سمجھنا اور کسی کوبالاتر مخلوق قرار دے دینا بلاشبہ صحیح نہیں ہے۔ قدرت کو جس سے جو کام لینا ہے، اسی کے مطابق اس کومخصوص صلاحیتیں بھی عطا کی ہیں۔ ان فطری صلاحیتوں کا انسانی شرف وکرامت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس اعتبار سے مرد وعورت دونوں یکساں ہیں۔ صلاحیتوں کے تفاوت کامطلب، شرف وکرامت میں تفاوت نہیں ہے، تاہم صلاحیتوں میں فرق وتفاوت کوجھٹلانا بھی آفتاب نیم روز کوجھٹلانے کے مترادف ہے۔اس تیسری قسم میں عورتوں کی شہادت کا مسئلہ بھی ہے۔ جب یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ عورت بعض باتوں میں مرد سے مختلف اورممتاز ہے، مثلا:

* اس میں شرم وحیا کا مادہ زیادہ ہے۔* وہ مرد کی طرح فصیح وبلیغ نہیں ہے۔* وہ دماغی وذہنی صلاحیتوں میں کچھ کمزور ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ضعف حافظہ، نسیان اورذہول کا زیادہ شکار ہوتی ہے۔ جسے حدیث میں نقصان عقل اور قرآن کریم میں

﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى﴾

]البقرة[282:

سے تعبیر کیا گیا ہے۔* اسلام نے عورت کا مردوں کے ساتھ اختلاط اور گھر سے زیادہ باہر نکلنے کو ناپسند کیا ہے۔اگر یہ

ساری باتیں تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں تو پھر اس بات کےماننے میں تأمل کیوں ہے کہ مسئلہ شہادت میں بھی شریعت نے مرد کوفوقیت اورترجیح دی ہے اور عورت کی گواہی کو بہ وقت ضرورت ہی تسلیم کیا ہے۔ عام حالات میں مردوں کی موجودگی میں اس کے گواہ بننے کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا ہے کیونکہ شہادت کے تقاضوں کو عورتیں مردوں کی طرح نبھانے پر فطری طور پر قادر نہیں ہیں۔

1۔ گھر یلو معاملات میں اہل خانہ سے مشورہ لیا جائے:

قرآن کریم نے
﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ ﴾ کے ذریعے سے آپس میں مشورہ کرنے کا حکم دیاہے اور یہ حقیقت ہے کہ مشورہ کے بعد آدمی اگر کوئی کام کرتا ہے اور اس میں خدانخواستہ غلطی کر بیٹھتاہے تو اسے ندامت وپشیمانی نہیں ہوتی ہے، اگر اہل خانہ کو ایک ساتھ مل بیٹھ کر گھر کے اندرونی وبیرونی معاملات میں غوروخوض کرنے کا موقع دیا جائے اور ان کے مشورے کو قبول کیا جائے تو اس سے بہت سارے فائدے رونما ہوں گے، مثلا ان کے درمیان میل ملاپ،پیارمحبت اور ایک دوسرے کی اعانت ومدد کا جذبہ پیدا ہوگا، خصوصاً بڑی اولاد کو ایسے مواقع دیے جائیں گے تو تربیت کے ساتھ ساتھ آئندہ گھریلو ذمہ داری کو انجام دینے کے متحمل بھی ہوں گے اور یہ احساس کر کے بہت خوش بھی ہوں گے کہ گھر کے اندر ہمارا وقار وعزت ہے،ہم سے رائے ومشورہ طلب کیاجاتاہے۔ایسے بہت سارے امور ہیں جن میں مشورے لیے جاسکتے ہیں، مثلاً حج وعمرہ کے لیے رخت سفر باندھنا ہو، کسی رشتہ داری میں جاناہو، سیر وتفریح کے لیے جاناہو، شادی وبیاہ کے لیے انتظام وانصرام کرنا ہو، نومولود بچے کا عقیقہ کرنا ہو، ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہو،

کوئی رفاہی وعوامی کام کرنا ہو، مثلاً محلہ کے فقرا ومساکین کی اعانت ومدد کرنی ہو، انہیں کھانا کھلانا ہو، خاندان یا پڑوسی کے مابین کسی مختلف فیہ مسئلہ کو حل کرنا ہو، وغیرہ وغیرہ۔بعض مشکلات والدین اور بچوں کے ساتھ خاص ہوتی ہیں، انہیں انفرادی طور پر حل کرنا مناسب ہے، اس میں والد اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھے اور نوجوانی کی بعض مشکلات کے بارے میں اسے بتائے،بلوغت کے احکام سے اسے روشناس کرائے، اسی طرح ماں اپنی بیٹی کے ساتھ بیٹھے اور شرعی احکام کی تعلیم دے اور اس عمر میں جو جو مشکلات پیش آتی ہیں انہیں حل کرنے میں اس کی مدد کرے، بعض اوقات والدین کی باتیں بچوں پر بہت اثر انداز ہوتی ہیں مثلاً کسی درپیش مسئلہ میں ماں باپ کا یہ کہنا کہ جب میں تمہاری عمر کا تھا، ایسے الفاظ ان پربہت جلد اثر انداز ہوتے ہیں، والدین کو ان تمام باتوں پر دھیان دینا چاہیے، کیونکہ ان باتوں پر دھیان نہ دینے کی وجہ سے بچے اور بچیاں برے ساتھیوں سے گھل مل جاتے ہیں اور ان سے مشورہ طلب کرنے لگتے ہیں اور غلط رہنمائی ملنے کی وجہ سے غلط اور برائی کا راستہ اختیارکرلیتےہیں۔

بچوں کے سامنے گھریلو جھگڑوں کا اظہار نہ کیا جائے: 2

گھر میں متعدد افراد کی موجودگی سے جھگڑا واختلاف کا ہونا امر یقینی ہے، لیکن ایسی صورت میں مصالحت کرانا اور حق وصداقت کو اپنانا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ جب کھلے عام اہل خانہ کے سامنے لڑائی جھگڑے اور بدکلامیاں ہوں گی، تو گھر کے بچوں کے اوپر اس کا بہت برا اثر پڑے گا۔والدین کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بچوں پر اپنی سخت گرفت رکھیں،اچھی طرح ان کی پرورش وپرداخت کریں،اپنے اخلاق وکردار، الفت ومحبت کا رعب ان کے دلوں میں بٹھائیں تاکہ

بڑے ہونے پر بھی ان پر پدریت ومادریت کا رعب طاری رہے اور بڑے ہونے پر بھی والدین سے اس طرح محبت کریں جس طرح بچپن میں کرتے تھے، ورنہ اکثر یہ دیکھا جاتاہے، بچے اس وقت تک والدین سے پیار ومحبت کرتے اور ان کی باتیں مانتے ہیں جب تک وہ ان کے محتاج ہوتے ہیں، جوں ہی بڑے ہوتے ہیں، کچھ کرنے کے لائق ہوتے ہیں کہ والدین کے بڑھاپے کا سہارا بنیں تو اس وقت والدین سے ان کی محبت کم ہوجاتی ہے، ان سے الگ تھلگ رہنا پسند کرتے ہیں،لڑائی جھگڑے پر تل جاتے ہیں، بعض بدبخت لوگ تو والدین کو دیکھنا تک بھی پسند نہیں کرتے۔پس والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں پہ یکساں دھیان رکھیں، برابری کا حق دیں، ان کے درمیان امتیاز وتفریق کی دیوار کھڑی نہ کریں، جس سے ان کے درمیان دشمنی پیدا ہو، ان کے سامنے گھریلو جھگڑوں کا اظہار نہ کریں۔اسی طریقہ سے اگر والدین کے درمیان کبھی اَن بَن ہوجائے تو بچوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کریں بلکہ آپس میں ہی اسے حل کرلیں،کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میاں بیوی میں اَن بَن ہوجاتی ہے تو باپ بچوں سے کہتاہے کہ اپنی ماں سے مت بولو اور کبھی ماں بچوں سے کہتی ہے کہ باپ سے مت بولو، اس سے بچے نفسیاتی طور پر متاثر ہوتے ہیں اور ان کے دماغ کدورت سے بھر جاتے ہیں، پس ضروری ہے کہ اختلافات سے بچیں اوراگر کبھی اس کی نوبت آ بھی جائے تو اس کی پردہ پوشی کریں۔

3۔برے لوگو ں کو گھروں میں آنے سے روکا جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

)):مَثَلُ جَلِيْسِ السُّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبُ الْكِيْرِ۔))

[1]’’

برے سا تھی کی مثال لوہار کی بھٹی جیسی ہے۔‘‘

صحیح بخاری کی روایت میں ہے
وَكِيْرُ الْحَدَّادِ، يُحْرِقُ بَيْتَكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْتَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً۔))
[2]’’

لوہار کی بھٹی تمہارے کپڑے یا گھر کو جلادے گی یا پھرتواس سے بدبو پائے گا۔‘‘آج بہت سارے گھرانے اپنی لاپرواہی کے سبب فتنہ وفساد کی بھٹی میں جل رہے ہیں، جس کی وجہ ہرکس وناکس کا گھروں میں بے تکلف آنا جانا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو اہل خانہ کے درمیان عداوت ودشمنی کی سبب ہوتے ہیں اور میاں بیوی کے درمیان تفریق کا ذریعہ بھی۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر لعنت کرتاہے جو کسی عورت کی برائی اس کے شوہر سے کرتاہے اور شوہر کی برائی اس کی بیوی سے کرتاہے، جو میاں بیوی اور بچوں کے درمیان دشمنی کا سبب بنتا ہے۔

---

[1]ابوداؤد: ۴۸۲۹۔ [2] البخاری مع الفتح: ۴/۳۲۳۔

گھروں کے اندر جادو ٹونا،شیطانی حرکتیں،چوری اور اخلاق وکردار میں گراوٹ انہیں غیر دیندار لوگوں کے دخول کی وجہ سے ہوتاہے،گھر کے ذمہ دار یعنی سربراہ پر واجب ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دے اگر چہ وہ پڑوسی مرد وعورت ہی کیوں نہ ہوں۔یہ ذمہ داری مردوں سے زیادہ عورتوں پر عائد ہوتی ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ گھروں میں رہتی ہیں، رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! کونسا دن زیادہ محترم ہے؟ کونسا دن زیادہ محترم ہے ؟ کونسا دن زیادہ محترم ہے؟ تین مرتبہ پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ حج اکبر کا دن۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن دوسرے جامع خطبہ میں ارشاد فرمایا

((فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوَطِّئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَأْذَنَّ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ۔))
[1]’’

عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں ناگوار گزرے اور ایسے شخص کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں جو تمہیں ناپسند ہو۔‘‘

پس جب شوہر یا باپ کسی پڑوسن کو اس کی فتنہ پروری وشر انگیزی کی وجہ سے گھر میں آنے سے روکیں تو مسلم عورتوں کو اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرنا چاہیے،خاص طور سے اس وقت عورت کو زیادہ ہوشیار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے کہ جب اس کے شوہر اور پڑوسن کے شوہر کے درمیان زیادہ قربت ودوستی ہو، اس لیے کہ ایسی صورت میں اس کی پڑوسن اسے ان چیزوں کے مطالبہ پر ابھار سکتی ہے جس کے پورا کرنے کا اس کا شوہر طاقت نہیں رکھتا یا ایسی باتیں ہوں جن سے اس کا شوہر ناراض ہو اور میاں بیوی کے درمیان فتنہ وفساد کا موجب ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ شوہر کا دوست اس کے لیے بری چیزوں کو مزین کر کے پیش کرے۔

---

[1]ترمذی: ۱۱۶۳۔ صحیح الجامع: ۷۸۸۰۔

پس عورت اپنے شوہر کو ایسے دوستوں کی باتوں سے باخبر کرتی رہے، کیونکہ ایسے بے تکلفانہ اٹھنے بیٹھنے والے لوگ میاں بیوی دونوں میں منافرت کے بیج بو سکتے ہیں۔

۔4۔افراد خانہ پہ کڑی نظر رکھنا:

گھر کے ذمہ دار پر بچوں کے اندرونی وبیرونی حالات کا جائزہ لینا ضروری ہے، مثلاً اپنے بچوں کے دوستوں کے بارے میں جانے کہ وہ کون ہیں اور کیسے ہیں۔ جب وہ باہر جاتے ہیں تو ان کا کیا طریقہ کار ہوتاہے اور کن چیزوں میں دلچسپی رکھتے ہیں، اپنی الماری، سکول بیگ، تکیہ، بستر کے نیچے اور خفیہ جگہوں میں کون سی چیزیں رکھتے ہیں۔ لڑکی کہاں جاتی ہے اور کس کے ساتھ جاتی ہے، بعض والدین بیٹی کے حقیقی حالات سے باخبر نہیں ہوتے ہیں اور اسے اکیلے باہر جانے کی چھوٹ دے دیتے ہیں،والدین کی طرف سے غفلت وسستی کا نتیجہ ہے کہ لڑکیاں آزادانہ سڑکوں،پارکوں،کلبوں،ہوٹلوں اور شاہراہوں پر مردوں کے دوش بدوش ٹہلتی ہیں اور برے ساتھیوں کے ساتھ پان، بیڑی،سگریٹ اور نشہ آور اشیاء کا استعمال کرتی ہیں اور ان کے ساتھ لہو ولعب میں برابر کی شریک ہوتی ہیں۔ ایسے والدین جو اپنے بچوں سے غفلت وسستی برتتے ہیں قیامت کے دن اس کے جواب دہ ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا’’:

اللہ تعالیٰ ہر ذمہ دار سے اپنے ما تحتوں کے بارے میں پوچھے گا کہ اس نے ان کی حفاظت کی یا انہیں ضائع کردیا، حتی کہ آدمی اپنے اہل خانہ کے بارے میں بھی پوچھا جائےگا۔

‘‘[1]

بعض لوگ ایسے ہیں جو بچوں کے معاملات میں قطعی مداخلت نہیں کرتے،ان کا کہنا ہے کہ چونکہ بچہ اس وقت تک غلطی کو غلطی اور گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا جب تک کہ وہ اس کے

اندر ملوث نہ ہوجائے اور اس پر اس کی غلطی ظاہر وباہر نہ ہوجائے۔ خاص طور سے یہ غلط رجحان و

[1]صحیح الجامع: ۱۷۷۵۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة:۱۶۳۶۔

تصور اس وقت پروان چڑھتا ہے جب ہم مغربیت کے سایہ میں بچوں کی پرورش کرتے ہیں اور انہیں کھلی آزادی دے دیتے ہیں۔بعض لو گ پوری زمام ملکیت لڑکے کو دے دیتے ہیں اس خوف سے کہ وہ ہماری کارکردگی سے ناخوش ہوتاہے اور وہ کہتے ہیں کہ وہ جو کچھ کرتاہے میں اس سے خوش ہوں۔بعض لوگ پوری ذمہ داری لڑکے کے اوپر عائد کردیتے ہیں،مثلا باپ بیٹے ایک ساتھ کسی سفر میں ہوں تو باپ بیٹے کو تمام غلطیوں کے اوپر نشاندہی کرنے کو کہے اور وہ یہ سمجھ کر لڑکے کے ساتھ بالکل الٹا کام ہی کرے حالانکہ یہ بہت غلطی ہے۔بعض لوگ لڑکے اور لڑکیوں کو کھلی آزادی دے دیتے ہیں تاکہ وہ عالم شباب میں جن چیزوں سے لطف اندوز ہونا چاہیں ہو سکیں،کیا ایسے والدین اس بات پر غور وخوض نہیں کرتے کہ کل قیامت کے دن ان کے بچے ان کاگریبان پکڑ کر کہیں گے’’:

اے ابو! آپ نے مجھے معصیت پر کیوں چھوڑدیا

5۔بچوں کے لیے اہم امور کا اہتمام

اس کے تحت بہت ساری چیزیں آتی ہیں جن میں سے بعض کا یہاں ذکر کیا جارہاہے

ا لف)....قرآن کریم اور اسلامی آداب کا سکھانا:(

بہتر ہے کہ باپ اپنے بچوں کو روزا نہ ایک جگہ جمع کر کے انہیں قرآن پڑھ کر سنائے، اس کے معانی ومطالب اور اس کے مفاہیم

بیان کرے،کیونکہ بچوں کی ایسی تربیت کرنے سے ان پر اس کا بہت زیادہ اثر پڑتاہے، بہت سارے ایسے چھوٹے بچے ہوتے ہیں جو ہر جمعہ اپنے والد کے سورۂ کہف کی تلاوت کی وجہ سے اسے حفظ کر لیتے ہیں، انہیں اسلامی عقائد کی تعلیم دے جیسا کہ حدیث میں وارد ہواہے

إِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْکَ۔))’’

اللہ کے دین کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔‘‘

اسلامی آداب اور دعا واذکار کی تعلیم دے، جیسے کھانے پینے، بھوک وپیاس،سلام وگفتگواور اجازت طلب کرنے کے آداب وغیرہ،اسلامی قصے بچوں کو سنائے، کیونکہ یہ ان کے ذہن ودماغ پر زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں، جیسے نوح علیہ السلام اور طوفان کے قصے، ابراہیم علیہ السلام کے قصے جو بتوں کے توڑنے اور آگ میں ڈالے جانے کے بارے میں ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے قصے جو فرعون سے نجات پانے اور اس کے دریائے نیل میں غرق یاب ہونے کے سلسلے میں ہیں، یونس علیہ السلام کے قصے جو مچھلی کے پیٹ میں چلے جانے کے بارے میں ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کے مختصر قصے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور ہجرت و غزوات کے واقعات، جیسے بدر وخندق وغیرہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ ایک آدمی کے ساتھ کہ وہ اپنے اونٹ کو بھوکا رکھتا تھا اور اس کو خوب تھکاتا تھا،اور سلف صالحین کے قصے، مثلا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قصہ جو ایک عورت اور اس کے بھوکے بچوں کے ساتھ اس کے گھر میں پیش آیا تھا، اصحاب الأخدود کے قصے،باغ والوں کے قصے، جن کا ذکر سورۂ‘‘ نٓ’’ میں آیا ہے، تین اصحاب غار کے قصے، اصحاب کہف کے قصے، اس کے علاوہ بھی وہ قصے جو بہتر اور نفع بخش

ہوں، بچوں کو سنائے جائیں نیز جو قصے عقیدۂ اسلامیہ کے خلاف ہوں، جن کا تعلق فساد وبگاڑ سے ہو اور ڈراؤنے ہوں ان کے بیان سے احتراز کیا جائے کیونکہ ایسے قصے بچوں کے اخلاق کو بگاڑتے ہیں اور دہشت وخوف اور بزدلی پیدا کرتے ہیں۔

(ب)....بداخلاق بچوں کے ساتھ کھیلنے سے اپنے بچوں کو روکا جائے

بچوں پر ان کے ساتھیوں کا بہت اثر پڑتاہے،بچے جب شریر وبد اخلاق بچوں کے ساتھ کھیلیں گے تو برے الفاظ اور نازیبا حرکات ہی سیکھ کر گھر لوٹیں گے، چنانچہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ پڑوسیوں اور اقرباء کے ان بچوں کے ساتھ ہی اپنے بچوں کو کھیلنے دیں جن کے اخلاق واطوار تشفی بخش ہوں اور وہ بھی اگر گھر کی چہار دیواری میں کھیلیں تو زیادہ بہتر ہے۔

اسلامی آداب اور دعا واذکار کی تعلیم دے، جیسے کھانے پینے، بھوک وپیاس،سلام وگفتگواور اجازت طلب کرنے کے آداب وغیرہ،اسلامی قصے بچوں کو سنائے، کیونکہ یہ ان کے ذہن ودماغ پر زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں، جیسے نوح علیہ السلام اور طوفان کے قصے، ابراہیم علیہ السلام کے قصے جو بتوں کے توڑنے اور آگ میں ڈالے جانے کے بارے میں ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے قصے جو فرعون سے نجات پانے اور اس کے دریائے نیل میں غرق یاب ہونے کے سلسلے میں ہیں، یونس علیہ السلام کے قصے جو مچھلی کے پیٹ میں چلے جانے کے بارے میں ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کے مختصر قصے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور ہجرت و غزوات کے واقعات، جیسے بدر وخندق وغیرہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ ایک آدمی کے ساتھ کہ وہ اپنے اونٹ کو بھوکا

رکھتا تھا اور اس کو خوب تھکاتا تھا،اور سلف صالحین کے قصے، مثلا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنه کا قصه جو ایک عورت اور اس کے بھوکے بچوں کے ساتھ اس کے گھر میں پیش آیا تھا، اصحاب الأخدود کے قصے،باغ والوں کے قصے، جن کا ذکر سورۂ'' نٓ'' میں آیا ہے، تین اصحاب غار کے قصے، اصحاب کہف کے قصے، اس کے علاوہ بھی وہ قصے جو بہتر اور نفع بخش ہوں، بچوں کو سنائے جائیں نیز جو قصے عقیدۂ اسلامیه کے خلاف ہوں، جن کا تعلق فساد وبگاڑ سے ہو اور ڈراؤنے ہوں ان کے بیان سے احتراز کیا جائے کیونکه ایسے قصے بچوں کے اخلاق کو بگاڑتے ہیں اور دہشت وخوف اور بزدلی پیدا کرتے ہیں۔

(ب)....بداخلاق بچوں کے ساتھ کھیلنے سے اپنے بچوں کو روکا جائے:

بچوں پر ان کے ساتھیوں کا بہت اثر پڑتاہے،بچے جب شریر وبد اخلاق بچوں کے ساتھ کھیلیں گے تو برے الفاظ اور نازیبا حرکات ہی سیکھ کر گھر لوٹیں گے، چنانچه والدین کی ذمه داری ہے که وہ پڑوسیوں اور اقرباء کے ان بچوں کے ساتھ ہی اپنے بچوں کو کھیلنے دیں جن کے اخلاق واطوار تشفی بخش ہوں اور وہ بھی اگر گھر کی چہار دیواری میں کھیلیں تو زیادہ بہتر ہے۔

ج)....بچوں کے لیے مناسب کھیل کا انتظام:(

بچوں کے لیے کوئی کھیل کا کمرہ یا کوئی خاص جگه متعین کردیں تاکه اس میں کھیل کے سامان ترتیب کے ساتھ رکھے جائیں، لیکن جو ادوات شریعت اسلامیه کے مخالف ہوں انہیں رکھنے سے اجتناب کیا جائے۔بہتر یه ہے که بچوں کے لیے ان کھیلوں کا انتظام کریں جو ان کے لیے نفع بخش ہوں، مثلا

بڑھئی گری کے نمونے، الیکڑونک ومیکانیکل کے عجیب وغریب ادوات،کمپیوٹر کے بعض مباح کھیل۔

د)....بچوں کے لیے الگ الگ بستر کا انتظام کرنا:(

سوتے وقت بچوں میں علیحدگی ضروری ہے، اکثر لوگ اس سے غفلت برتتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
((مُرُوْا أَبْنَاءَ كُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعٍ وَاضْرِبُوْہُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَہُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔))
[1]’’
سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دو (اور اگر نہ پڑھیں تو) دس سال کی عمر میں انہیں مارو اور ان کے بستر بھی علیحدہ کردو۔‘‘

(ر) ....بچوں کے ساتھ محبت اور نرمی سے پیش آیاجائے

:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے خوش طبعی سے ملتے تھے، ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے، شفقت ونرمی سے انہیں بلاتے تھے اور پیار ومحبت سے ہم کلام ہوتے تھے، ان کو کچھ دینا ہوتا تو سب سے پہلے چھوٹے کو دیتے تھے، اگر چہ ان میں سے بعض پہلے ہی کیوں نہ پہنچ جاتے۔سیّدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی،شفقت ومحبت کی دو مثالیں یہاں ذکر کی جارہی ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

---

[1]ابوداؤد: ۴۹۴، أحمد ۲/۲۱۸۷۔ إرواء الغلیل۲۹۸، یہ حدیث صحیح ہے

’آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن بن علی کے لیے اپنی زبان مبارک نکالتے تھے اور وہ آپ کی زبان مبارک کی سرخی کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے اور اسے پکڑنے کے لیے تیزی سے ہاتھ بڑھاتے تھے۔ ‘‘[1]

یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں’’:
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے کی دعوت پر نکلے، اس وقت حسین رضی اللہ عنہ راستے میں کھیل رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے آگے بڑھے اور اپنا ہاتھ پھیلایا، چنانچہ وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ان کو ہنسایا یہاں تک کہ ان کو پکڑلیا اور ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا ان
کے سر پر رکھ کر ان کا بوسہ لیا۔
[2]‘‘

6۔بچوں کے لیے کھانے اور دیگر واجبات کے لیے ایک روٹین بنائی جائے:

بعض گھروں کے حالات سرائے اور ہوٹلوں کی طرح ہیں،جس میں رہنے والے ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے اور دوسروں سے بہت کم ملتے ہیں۔گھروں کے نظام اوقات اتنے غیرمنظم ہوتے ہیں کہ بچے جب چاہتے ہیں کھانا کھاتے ہیں، جو’’ ادخال الطعام علی الطعام‘‘
کا سبب ہوتے ہیں اور جب چاہتے ہیں سو جاتے ہیں، جو رات میں نیند کے نہ آنے اور وقت کے ضیاع کا سبب بنتے ہیں اور یہ بد نظمی، ربط وتسلسل، جہد مسلسل، قیمتی اوقات کو ضائع کرتے اور بچوں کے ذہن میں عدم ڈسپلن کو بڑھاتے ہیں۔ بچے اور بچیاں مدرسوں اور یونیوسیٹیوں سے جب چاہتے ہیں نکل جاتے ہیں اور اساتذہ اور گھر والے اس پر دھیان نہیں دیتے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ تمام گھر والے ایک ساتھ کھانا کھاتے اور تمام کے احوال جانتے اور آپسی امور پر مفید تبادلہ خیال کرتے،گھر کے ذمہ دار پر واجب ہے کہ وہ بچوں کو گھر لوٹنے کا وقت متعین کرےاورباہرنکلتےوقت اجازت طلب کاعادی

[1]سلسلة الصحيحة: ٧٠۔ [2] الأدب المفرد: ٣٦٤۔ صحیح ابن ماجة: ١/٢٩۔

بنائے،خاص طور سے چھوٹے اور کم عقل بچوں کے لیے جن کے اوپر برابر ڈر رہتا ہے۔

7۔ عورتوں کا اصل ٹھکانا گھر ہے:

اسلام نے عورتوں کو اپنے گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے اور اس کی حفاظت وصیانت، آرام وراحت، نان ونفقہ اور اس کی تمام ضروریات واخراجات کا ذمہ دار باپ اور شوہر کو ٹھرایا ہے، پس عورت بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ ہی باہر جاکر رزق و معاش کی تلاش میں سرگرداں ہو، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کی دونوں بیٹیوں کو پانی کے کنوئیں کے پاس دیکھا کہ وہ اپنی بکریوں کو ہانک رہی ہیں اور پانی پلانے والوں کا انتظار کررہی ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا:

﴿قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ﴾

تم دونوں کا کیا حال ہے، تو ان دونوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک بکریوں کوپانی نہیں پلاتیں جب تک کہ چرواہے نہ پلا لیں اور ہمارے والد بوڑھے آدمی ہیں۔‘‘

چنانچہ انہوں نے بکریوں کو پانی پلانے کے لیے گھر سے باہر نکلنے کا عذر بتایا،کیونکہ ان کے والد کبر سنی کی وجہ سے کام کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے لہٰذا جوں ہی انہیں گھر سے باہر کام کرنے سے چھٹکارے کی صورت معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے باپ کو موسیٰ علیہ السلام کو اجرت پر رکھنے کو کہا،قرآن نے اس کا نقشہ یوں کھینچاہے:

﴿قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَاأَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾

ان میں سے ایک نے کہا، اے ابا جان! اسے اجرت ومزدوری پر رکھ لیں، اس لیے کہ جس کو آپ مزدوری پر رکھ رہے ہیں وہ بہت بہتر، طاقت ور اور امانت دار ہے۔

پس اس عورت نے اپنے نفس کی حفاظت کے لیے گھر میں رہنے کی خواہش ظاہر کی، کیونکہ اسے باہر کام کرنے میں بہت ساری پریشانیوں اور کلفتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔عورت کے باہر کام کرنے کے درج ذیل نقصانات ہیں۔

1۔ جب عورت باہر کام کرنے لگے گی تو وہ شرعی ممانعت کے باوجود بہت ساری منکرات و فواحشات اور برائیوں میں ملوث ہوجائے گی اور بلا جھجک ان کا ارتکاب کرے گی،مثلاً غیر محرم مردوں کے ساتھ اختلاط، ان سے جان پہچان اور تعارف،حرام خلوت، ان کے لیے خوشبو کا استعمال، اجنبی مردوں کے لیے زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کا اظہار وغیرہ،ان سب کی انتہا بدکاری وبرائی کی صورت اختیار کرسکتی ہے۔

2۔ جب عورت گھر سے باہر کام کرنے لگے گی تو اس کی مشغولیت کافی بڑھ جائے گی، شوہر کے حقوق جو اس کے اوپر شریعت اسلامیہ نے عائد کیے ہیں اسے انجام دینے سے قاصر رہے گی، گھریلو معاملات سے غفلت برتے گی، بچوں کے حقوق ادا

کرنے میں کمی کرے گی،ان کی اچھی تربیت وپرورش نہیں ہو پائے گی،جو اس کی اصل ذمہ داری ہے۔

3۔ جب عورت باہر کام کرنے لگے گی تو اس کے دل سے شوہر کی حاکمیت جاتی رہے گی، کیونکہ وہ سوچے گی کہ جب ہم سارے کام کی ذمہ دار ہیں تو حاکمیت شوہر چہ معنی دارد، نیز وہ برابری کی قائل ہوگی،اس کی گواہی مرد کی گواہی کے مثل ہوگی،اس کی بات شوہر کی بات سے زیادہ قابل قدر ہوگی۔ اسی طریقہ سے جب عورت کی تنخواہ شوہر کی تنخواہ سے زیادہ ہوگی تو کیا ایسی عورت اپنے شوہر کی ضرورت محسوس کرے گی؟ اور وہ اس کی اطاعت وفرماں برداری کرے گی؟ ہر گز نہیں !یہ تمام احساسات وخیالات ایک دن اس قدر مضبوط وقوی ہوجائیں گے کہ گھر تباہ وبرباد ہوجائے گا، الا یہ کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرے۔

4۔ عورتوں کو باہر کام کرنے کی وجہ سے جسمانی تھکاوٹ ہوتی ہے اور وہ نفسیاتی طور پر پریشان ہوتی ہیں، ان کے پٹھے اور رگ کمزور ہو جاتے ہیں، جو عورتوں کی فطرت وطبیعت کے لیے مناسب نہیں۔ان تمام مصالح ومفاسد کے ذکر کرنے کے بعد ہم یہی کہیں گے کہ ضروری ہے کہ اللہ سے ڈراجائے،تقویٰ اور خشیت الٰہی اپنے اندر پیدا کی جائے، تمام مسائل کو شریعت اسلامیہ کے ترازو میں تولاجائے، ہم دنیاوی مال ومتاع کے حصول کے لیے اسلامی تعلیمات اور صراط مستقیم سے پہلو تہی نہ برتیں، ہم مسلم عورتوں کو اللہ سے ڈرنے اور خوف کھانے کی وصیت کرتے ہیں، اگر شوہر عورت اور گھر کی مصلحت کی خاطر اسے کام کرنے سے روکے تو وہ شوہر کی بات مان لے،نیز خاوند پر لازم ہے کہ وہ انتقامی جذبات ترک کردے اور بغیر حق کے عورت کا مال نہ کھائے۔

8- گھر کے راز کی حفاظت

: (الف)....میاں بیوی کے آپسی تعلقات کو بیان نہ کیا جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الرَّجُلٌ يُفْضِيْ إِلٰى إِمْرَأَتِهِ وَتُفْضِيْ إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّہَا۔))
[1]’’

اللہ کے نزدیک قیامت کے دن قدر ومنزلت کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے برا وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی سے ملتا ہے اور وہ اس سے ملتی ہے، پھر وہ آدمی اپنی بیوی کے بھید کو لوگوں سے بیان کرتا پھرتا ہے۔‘‘یہاں ’’ یفضی ‘‘کا معنی یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی سے مباشرت ومجامعت کی غرض سے

---

[1]صحیح مسلم: ۴/۱۵۷۔

ملے اور دوسروں کے سامنے اس کا پردہ فاش کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ ﴾اس کی تحریم کے سلسلہ میں اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی ہے، ایک بار وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں اور وہاں بہت سارے مرد اور عورتیں بیٹھے ہوئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شاید کہ آدمی اپنی بیوی کے ساتھ جو کچھ کرتا ہے اسے دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے اور عورت جو کچھ اپنے شوہر کے ساتھ کرتی ہے وہ بھی دوسروں کے سامنے بیان کرتی ہے؟ پس لوگ ساکت ہو گئے، تو اسماء بنت یزید نے کہا، ہاں ! ایسا ہی ہے اے اللہ کے رسول! عورتیں ایسا ہی کرتی ہیں ! اور مرد بھی ایسا ہی کرتے ہیں !!تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسا مت کرو اس لیے کہ ‘‘وہ شیطان کی طرح

ہے جب وہ کسی شیطان عورت سے راستہ میں ملتا ہے تو اس کے ساتھ خلوت اختیار
کرتا ہے اور لوگ اسے دیکھتے ہیں۔‘‘
[1]

ابوداؤد کی روایت میں ہے ’’:کیا تم میں سے کوئی ایسا آدمی بھی ہے جو اپنی بیوی کے پاس آتا ہے، پس دروازہ بندکردیتاہے اور اپنے اوپر پردہ ڈال لیتا ہے اور اللہ کے پردے میں چھپ جاتاہے، تو لوگوں نے کہا، ہاں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس کے بعد وہ بیٹھتا ہے اور کہتاہے میں نے ایسا ایسا کیا، لوگ خاموش ہو گئے،پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا،کیا تم میں سے بھی کوئی ایسی عورت ہے جو ان باتوں کو بیان کرتی ہے؟ پس وہ خاموش رہیں،ایک نوجوان عورت اپنے ایک گھٹنے کے بل کھڑی ہوئی اور اپنی گردن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لمبا کیا تاکہ وہ اس کو دیکھیں اور اس کی بات سنیں،اس نے کہا اے اللہ کے رسول ! بے شک مرد بھی بیان کرتے ہیں اور عورتیں بھی بیان کرتی ہیں، توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم لوگ جانتے ہو کہ اس کی مثال کیا ہے؟ اس کی مثال ایک شیطان عورت کی سی ہے جو راستہ میں کسی شیطان مرد سے ملتی ہے اور وہ اپنی حاجت پور ی کرتاہے اور لوگ اس کی طرف دیکھتے ہیں۔(1)

(ب)....میاں بیوی کے آپسی اختلافات کو کہیں بیان نہ کیا جائے:

بلاشبہ گھر کے اصل ذمہ دار میاں بیوی ہیں، ان کی درستگی میں گھر کی بقا وسلامتی ہے، اگر ان دونوں میں کوئی رخنہ پیدا ہوجائے تو گھر کی دیوار یں منہدم ہو سکتی ہیں، پس جب ان کے مابین کوئی اختلاف ہوجائے تو گھر کے اندر ہی اسے رفع دفع کردیا جائے اور گھر سے باہر اسے بیان نہ کیا جائے،کیونکہ ایسی صورت میں بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑسکتاہے اور جب باہر کے اختلافات اندر داخل ہو جائیں گے تو ان سے نمٹنا مشکل ہوجائے گا، لیکن جب معاملہ کے سلجھنے کی صورت نظرنہ آتی ہو تو فریقین کا ایک ایک قریبی آدمی ان کے پاس بھیجے جائیں اور اس وقت ہم ایسا ہی کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا﴾

)النساء:۳۵’’(

اور اگر خاوند بیوی میں مخالفت پاؤ تو ایک منصف مرد کے کنبہ سے تجویز کرو اور ایک عور ت کے کنبہ سے اگر وہ دونوں مل کر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ بھی ان کو صلح کی توفیق دے گا۔‘‘

ج)....افراد خانہ کو ایک دوسرے پر فوقیت نہ دی جائے(:

یہ حقیقت ہے کہ تمام افراد خانہ اسی وقت الفت ومحبت اور اخوت وانسیت کے ساتھ رہ سکتے ہیں کہ جب تمام کے دل ایک

ہوں، کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہ ہو،تمام کو گھر کے اندر ایک درجہ حاصل ہو،سب کی باتوں اور مشوروں کی قدر کی جاتی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]ابوداؤد: ۲/۶۲۷۔ صحیح الجامع: ۷۰۳۷۔

(1)))لَا ضَرَرٌ وَ لَا ضِرَارٌ۔))
نہ تم خود کسی کو تکلیف دو اور نہ دوسرا تم کو تکلیف دے۔‘‘
اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں وارد ہے:
﴿ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا﴾امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں:
نوح علیہ السلام کی بیو ی ان کے بھید کو دوسروں کے سامنے بیان کرتی تھی، پس جب کوئی نوح علیہ السلام کے اوپر ایمان لاتا تھا تو وہ بادشاہ اورشرپسند لوگوں کو اس کی اطلاع دے دیتی تھی، اسی طرح لوط علیہ السلام کی بیوی جب ان کے یہاں کوئی مہمان آتا تھا تو لوگوں کواس کی خبر کردیتی تھی تاکہ وہ آکر ان کےساتھ برائی کریں۔
[2]

9۔ بچوں کو حلال و حرام کی تعلیم دینا:

شرک اکبر کی مثالوں میں اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کرنا بھی ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کا حق اللہ کے علاوہ کسی کو ہے یا جاہل محکموں یا قوانین کو رضا و اختیار سے مان کر اسی جگہ فیصلہ کروانا اور اس کو جائز سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴾
)التوبہ :۳۱”(
ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے۔‘‘عدی بن حاتم نے نبی کریم صلی اللہ علیه وسلم کو جب تلاوت کرتے ہوئے سنا تو کہا وہ لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ آپ نے کہا: ہاں ! لیکن وہ اللہ نے جسے حرام کیا اسے حلال کہتے

[1]مسند أحمد: ۱/۳۱۳۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة رقم: ۲۵۰۔ [2] تفسير ابن كثير: ۸/۱۹۸۔

[1]مسند أحمد: ۶/۴۵۷، آداب الزفاف: للألباني: ۱۴۴۔

تو وہ اسے حلال کر لیتے اور اللہ نے جسے حلال کیا اسے حرام کہتے تو وہ اسے حرام کر لیتے ہیں، ان کی یہی عبادت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے متعلق فرمایا:
﴿ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ ﴾
)التوبہ :۲۹” (
وہ اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے، نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں۔‘‘گھر کے سربراہ پر لازم ہے کہ اپنے اہل و عیال کو حلال و حرام کی تمیز سکھائے اور اپنی ذمہ داری کا ثبوت دے کیونکہ یہی بچپن کے ایام بڑھاپے میں کام آتے ہیں جو بچہ اپنے بچپن میں سبق پڑھتا ہے آخر عمر تک اس پر عمل کرتا ہے۔ حرام سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے اور حلال مال کو اختیار کرنا باعث برکت و نجات ہے۔

10۔ بچوں کو جھوٹ جیسی قبیح عادت سے روکنا:

صداقت تمام پیغمبروں، صحابہ اور صلحائے اُمت کی سیرت و کردار کا خمیر ہے۔ صحابہ رسول کو دنیا کا سب سے بے نفس گروہ جو تسلیم کیا جاتا ہے اس کی وجہ ان کے قول کی سچائی، دل کی صداقت اور عمل کی درستی ہے۔ جھوٹ سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حد درجہ نفرت تھی۔ دنیا میں کامیاب زندگی او ر اُخروی کامیابی کے لیے سچائی کی پابندی اور جھوٹ سے گریز ہر کام سے زیادہ اہم ہے۔اس لیے گھر کا سربراہ و ذمہ دار ہمیشہ یہ خیال رکھے کہ بچے کے سامنے کبھی جھوٹ نہ بولے خواہ کھیل و تفریح، مذاق، کسی کام کی ترغیب دے۔ رونے سے چپ کروانے یا بچے کا غصہ اُتارنے کا موقع ہو یا کوئی اور موقع ہو۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : ایک بار میری ماں نے مجھے بلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں بیٹھے تھے۔ ماں نے مجھے کہا: آؤ میں تمھیں ایک چیز دیتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری والدہ سے فرمایا: تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ والدہ نے کہا: کھجور دینا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ’’اب اگر تم اسے کچھ نہ دو گی
تو تمھارے نام ایک جھوٹ لکھا جائے گا۔(1)‘‘
ایک مسلما ن کے لیے انتہائی نامناسب بات ہے کہ لوگ اس پر اعتماد کریں او ر وہ ان سے جھو ٹ بولے۔ آپ فرماتے ہیں :
جھوٹ سے پرہیز کرو، جھوٹ کا راستہ خطاؤں سے ملتا ہے اور خطائیں آدمی کو جہنم کی طرف لے جاتی ہیں۔ جو شخص برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب (جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔(2)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تین طرح کے لوگوں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام نہیں کرے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: (۱)بوڑھا زانی، (۲)جھوٹا بادشاہ، (۳)غریب صاحب آل و اولاد ہو کر تکبر کرنے والا۔(3)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
جس میں چار باتیں پائی جائیں وہ خالصتاً منافق ہو گا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے یہاں تک کہ اسے ترک کر دے اور وہ یہ ہیں : کوئی اس کے پاس امانت رکھے تو اس میں خیانت کرے، جب بات چیت کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو مکر جائے، جب جھگڑا کرے تو گالی بکے۔ (4))‘‘

---

[1]مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۶۲۲ [2] صحیح بخاری: ۶۰۹۴۔ صحیح مسلم: ۴۷۱۹۔ [3] صحیح مسلم: ۱۵۶۔

ترمذی: ۲۵۶۸۔ نسائی:

ہر ذمہ دارپر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے گھر میں اہل خانہ کی ہر طرح سے اصلاح و سدھار کی کوشش کرے، اور ہر وقت اہل خانہ کی غیر اخلاقی حرکتوں جیسے جھوٹ بولنا، چوری کرنا وغیرہ پر نظر رکھے اور جہاں کوتاہی پائے اسے پیار و محبت سے سلجھانے اور سمجھانے کی کوشش کرے،
یہی ہمارے دین کا تقاضا ہے۔

۔ بچوں کو عفو و درگزر کا سبق دینا]]]:11

جہاں گھر کے سربراہ کے ذمے ارکان اسلام کی پابندی کروانے کی ذمہ داری ہے، اس کے ساتھ ہی معاشرتی اور اسلامی آداب سکھانا بھی ضروری ہیں۔ کسی سے در گزر کرنا نہایت بھلا اور خیر کا کام ہے جس کا گھر کے سربراہ کو وقتاً فوقتاً اپنے اہل خانہ کو سبق دینا چاہیے کیونکہ طاقت و قدرت ہوتے ہوئے کسی حد سے

گزرنے والے یا ظالم سے بدلہ یا اپنا حق نہ لینا اور اسے اللہ کے لیے معاف کر دینا عفو ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ﴾
)البقرہ:۲۳۷(

’’اور معاف کرنا پرہیز گاری کے لیے زیادہ مناسب ہے اور باہمی احسان کرنا نہ بھولو۔

فرمایا:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ﴾
)الفرقان:۶۳’’(

اور رحمن کے نیک بندے وہ لوگ ہیں جو زمین میں فروتنی (انکساری) سے چلتے ہیں، اور جب جاہل لوگ ان کا سامنا کرتے ہیں تو وہ مقابلہ کرنے کے بجائے سلام کہتے ہیں۔‘‘

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴾
)فصلت :۳۴(

’’نیکی اور بدی برابر نہیں۔ اس کو بہت ہی اچھے طریقے سے دُور کیا کرو۔ پھر (دیکھنا) تمہار ادشمن بھی گویاتمہارا د وست ہو جائے گا۔‘‘سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی معاملے میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں کسی نے حدود اللہ کی خلاف ورزی کی ہو تو او ر بات ہے۔(1)

لبید بن اعصم یہودی نے آپ پر جادو کیا تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔(2)

حضرت انس رضی اللہ عنہ جب ایک بچے تھے۔دس برس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ کہتے ہیں کہ ایک بار آپ نے

مجھے ایک کام کے لیے بھیجنا چاہا۔ میں نے نہیں میں جواب دیا۔ آپ خاموش رہے۔ پھر میں باہر چلا گیا۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور پیچھے سے میری گردن پکڑی اور فرمایا: انس! اب جاؤ گے کہ نہیں ؟ میں نے کہا: اللہ کے رسول! جاتا ہوں۔(3)

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:''

میں نے ساتھ برس آپ کی خدمت کی لیکن اس طویل مدت میں آپ نے مجھے نہ کبھی ڈانٹا اور نہ ہی مارا۔(4)'

سیّدنا مسطح رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ غریب آدمی تھے، اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی معاشی کفالت بھی کرتے تھے۔ منافقین کی طرف سے جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو اسلامی قرابت اور کفالت کے حقوق کو فراموش کرتے ہوئے مسطح بھی ان میں شامل ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس قرابت کو ترک کرنے اور صلہ رحمی کو منقطع کر لینے کا فیصلہ کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

---

[1]صحیح بخاری: ۶۸۵۳۔ صحیح مسلم: ۴۲۹۴۔ [2] صحیح بخاری: ۳۲۶۸۔ صحیح مسلم: ۴۰۵۹۔ [3] صحیح مسلم: ۲۳۱۰۔ [4] مسند ابی یعلی: ۶/۳۰۷، ح: ۳۶۲۴۔

﴿ وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾

)النور :۲۲''(

اور تم میں بزرگ منش اور فراخی والے قسم نہ کھائیں کہ قرابت والوں مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیں گے۔ اس لیے کہ انہوں نے اس کو صدمہ پہنچایا اور ان کا

قصور معاف کریں اور در گزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے،
(پھر تم مخلوق کے ساتھ بخشش سے کیوں پیش نہیں آتے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسطح کو معاف کر دیا اور اپنی کفالت جاری رکھی فرمایا
(1)’مجھے یہ محبوب ہے کہ اللہ مجھے بخش دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو شخص طاقت رکھتے ہوئے غصہ ضبط کر لے اللہ تعالیٰ قیامت میں تمام مخلوق کے سامنے اسے طلب فرمائے گا اور اختیار دے گا کہ جو حور اسے پسند ہو لے لے۔ (2)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:''
میں تمہیں دو ایسی باتیں بتاتا ہوں جن سے تمہیں عظمت و بلندی ملے۔ جو تمہارے ساتھ جہالت کرے اس سے بردباری برتو، جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو، جو تمہیں محروم کر دے اسے عطا کرو، اور جو تم سے قطع تعلق کرے اس سے تعلق جوڑ لو۔(3)‘‘

---

[1]المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳/۷۸، ح: ۱۴۰۔ [2] ترمذی: ۲۰۲۱۔ ابوداؤد: ۴۷۷۷۔ ابن ماجہ: ۴۱۸۶۔ [3] مسند احمد: ۱۶۹۹۹ و صححہ

گھر تعمیر کرتے وقت کی باتیں

گھر بناتے وقت مندرجہ ذیل چیزوں کا خیال رکھناچاہیے۔

گھرمسجد سے قریب ہو: 1

اس کے بہت سے فوائد ہیں، جو ہم سے مخفی نہیں، اذان نماز کے لیے بیدار کرے گی اور اس سے غفلت برتنے پر بار بار یاد دلائے گی

اور قریب رہنے سے نماز باجماعت پڑھنا زیادہ ممکن ہوگا اور عورتیں مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے تلاوت قرآن،علماء کی تقریریں،امام کے دروس اور ذکر واذکار سنیں گی، بچوں کے لیے مسجد میں حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم کے لیے آنے میں سہولت ہوگی،بچے برابر مسجدوں میں آئیں گے، اذان سنیں گے،نماز پڑھتے ہوئے لوگوں کو دیکھیں گے تو اسے اپنائیں گے،کیونکہ بچوں میں نقالی کی صفت زیادہ پائی جاتی ہے، گھر والوں کا ذہن دینی ہوگا،قربت کی وجہ سے شرم سے بھی نمازوں کے وقت مسجدوں میں آئیں گے، مسجد کی نگرانی کریں گے اورسائل و محتاج کا بھی خیال کریں گے۔

2۔اس جگہ فاسق وفاجر لوگ نہ رہتے ہوں:

گھر کے لیے جگہ کے انتخاب کے وقت اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، کیونکہ ایسے لوگوں کے قرب وجوار میں رہنے سے ایمان و عقیدہ میں فساد وبگاڑ کازیادہ اندیشہ ہے، بچے دیوی دیوتاؤں اور معبودان باطلہ کی پرستش، گانے بجانے، غلط قسم کے اخلاق وعادات اور دیگر غیر اسلامی چیزوں کے کرنے سے متاثر ہوں گے،ان کے اخلاق بگڑ یں گے او ر ان کے رنگ وروپ میں رنگ جائیں گے۔

3:مکان وسیع ہو

اللہ تعالیٰ میانہ روی کو پسند کرتا ہے، نہ بخل ہو اور نہ ہی اسراف وتبذیر، اگر اللہ تعالیٰ نے اتنی وسعت دی ہے کہ اچھے کپڑے پہن سکتے ہیں، عمدہ کھانا کھاسکتے ہیں،ضرورت کے مطابق بہترین سواری رکھ سکتے ہیں،اسلامی دائرے میں رہ کر ان تمام چیزوں کو فراہم کر سکتے ہیں جن کی آپ کو ضرورت ہے تو اس میں بخیلی وکنجوسی کرنے کی ضرورت نہیں ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''

اللہ تعالیٰ اس بات کو بہت پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت ونوازش کا اثر دیکھے۔‘‘اگر اللہ نے آپ کو کافی مال ودولت سے نوازاہے تو اس کے راستہ میں خرچ کرنا آپ کا اولین فریضہ ہے،فقراء ومساکین کی اعانت ومدد آپ پر لازم ہے، صدقہ وخیرات کرنا آپ پر فرض ہے، حج بیت اللہ کے لیے رخت سفر باندھنا آپ پر واجب ہے، اگر اس میں تساہلی وسستی برتتے ہیں تو ممکن ہے کہ اس دولت کو اللہ تعالیٰ دوسروں کے حوالے کردے،جو آپ سے بہتر طریقے سے اس کا استعمال کریں، کیونکہ اللہ کا قانون ہے:

﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾

)آل عمران: ۱۴۰‘‘(

ہم دنوں کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔‘‘

تاریخ شاہد ہے،زمانہ گواہ ہے کہ کتنے بادشاہ ودولت مند بھیک مانگنے پر مجبور ہوگئے اور کتنے محتاج ومفلس تخت شاہی کی زیب وزینت بن گئے،پس غنا کو فقر سے پہلے غنیمت جانیں اور اپنی ذاتی نفع ومنفعت، آرام وآسائش اور سہولیات بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ مذکورہ چیزوں میں بھی خرچ کریں تاکہ فلاح دارین کے مستحق ہوں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں نیک بختی میں سے ہیں اور تین چیزیں بدبختی میں سے ہیں۔ نیک بختی میں سے یہ ہیں:

1۔ نیک عورت جب تو اس کو دیکھے تو وہ تجھ کو خوش کردے اور جب تو اس سے غائب ہو تو اس کے نفس اور اپنے مال ودولت پر مامون ہو۔2۔ سواری کا جانور فرماں بردار ہو اور تجھے تمہارے ساتھیوں سے ملادے (یعنی منزل مقصود تک پہنچا دے۔3۔ گھر کشادہ اور وسیع ہو اور اس میں رہنے والے افراد زیادہ ہوں۔اوربدبختی میں سے یہ ہیں

1 ۔ بری عورت جب تو اس کو دیکھے تو وہ تجھ کو غمگین اور ناخوش کردے اور تجھ پر زبان درازی کرے اور اگر تو اس سے غائب ہو تو تم اس کے نفس اور اپنے مال ودولت پر مامون نہ ہو۔

2۔ سواری کا جانور سست ہو،اگر تو اسکو مارے تو وہ تجھ کو تھکا دے اور اگر اسے اپنی رفتار پر چھوڑ دے تو وہ تجھے تمہارے ساتھیوں سے نہ ملائے (یعنی منزل مقصود تک نہ پہنچائے) (1)

گھر تنگ ہو اور اس میں رہنے والے افراد کم ہوں۔

یہاں عورتوں کے بارے میں مزید چند باتیں ذکر کی جارہی ہیں،اس سے قبل بھی خواتین کے متعلق بہت ساری باتیں بیان کی جا چکی ہیں، گھر کی سلامتی کی ضامن عورت ہی ہے،یہ ایک ایسی پاور ہاؤس ہے جس سے تمام اہل خانہ روشنی حاصل کرتے ہیں، یہ گھر کوجنت نما بھی بنا سکتی ہے اور جہنم نما بھی، اولاً تو عورتوں کے اندرسے خوش اخلاقی اور خوش اسلوبی مفقود ہوگئی ہے جو ان کا ایک عظیم زیور تھا،شرم وحیا ان کے اندر سے ناپید ہو چکی ہے جو ان کی عفت وعصمت اورحفاظت وصیانت کے لیے آہنی زنجیر تھی، عورتیں شوہروں کی نافرمانی وناشکری میں تجاوز کر چکی ہیں،اپنے آرام وراحت کی خاطر بے جا اور غیر ضروری چیزوں کا مطالبہ کرتی ہیں، خواہ اس کا شوہر اس سے خوش ہویا نہ ہو،پہلے جو بنیادی امور ہیں ان پر عمل پیرا ہونا خواتین کے لیے ناگزیر ہے، اگر وہ شوہر کو خوش رکھتی ہیں تووہ ان کے لیے آسمان سے

---

[1]الحاکم: ۳/۲۶۲۔ صحیح الجامع: ۳۰۵۶۔

تارے بھی توڑ کر لاسکتا ہے، بیوی کے آرام وراحت اور چین وسکون کی تمنا مردوں کی پہلی منزل ہے، آج عورتوں کی اپنی ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے جس کا خمیازہ وہ بھگت رہی ہیں،ہر جگہ وہ للچائی نظروں سے دیکھی جاتی ہیں، ان کی عزت وناموس خطرے میں ہے،پردہ جو ان کی حفاظت وصیانت کے لیے بنا یا گیا تھا آج اس نے اسے اٹھاکر پھینک دیا ہے جس کا نتیجہ اس کے سامنے ہے،آج دن بدن اس کے اوپر سے شوہر کا اعتبار بھی اٹھتا جارہا ہے، شوہر خواہ کیسابھی ہو وہ تمہارا سرتاج، حکمراں اور بادشاہ ہے،اس کی عزت کرو اللہ تعالیٰ تمہارے مرتبے کو بڑھا دے گا، دل وجان سے ان کی خدمت کرو،اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا۔ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کا مقام اس طرح بیان کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر غیر اللہ کا سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔

۴۔اچھے پڑوسی کا انتخاب:

یہ حقیقت ہے کہ پڑوسی کا پڑوسی پربہت زیادہ اثر پڑتا ہے، گھرقریب ہوتا ہے، ایک جگہ اٹھنا بیٹھنا رہتا ہے، آپسی بحث ومباحثہ ہوتا ہے، ایک دوسرے سے زیادہ ربط وتعلق ہوتاہے، آپسی معاملات میں ایک دوسرے کا ساتھ وتعاون ہوتاہے، دکھ درد میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں،اس میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی،دیندار بھی ہوتے ہیں اور غیر دیندار بھی، ایسی صورت میں ایک دوسرے سے اثر انداز ہونا یقینی امر ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک بختی میں سے جن چار چیزوں کے بارے میں خبر دی ان میں سے ایک نیک بخت پڑوسی کا

ذکرکیا اور بدبختی میں سے جن چار چیزوں کے بارے میں خبر دی ان میں سے ایک برے پڑوسی کا ذکر کیا۔(1)
مذکورہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عقل سلیم رکھنے والا آدمی بخوبی سمجھ سکتاہے کہ دونوں

[1]رواہ أبو نعیم فی الحلیة: ٨/٣٨٨۔ صحیح الجامع: ٨٨٧۔

یں سے کو ن بہتر ہے اور کو ن دوستی کے لائق ہے اور کس سے اچھی چیز کی امید ہے۔بلا شبہ برا پڑوسی ایک مصیبت ہے، اس سے خیر کی کوئی امید نہیں بلکہ اس سے فتنہ وفساد کی زیادہ توقع ہے، قریب رہنے والے افراد کے اوپر اس کے غلط اثرات پڑیں گے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برے پڑوسی کے غلط اثرات کی وجہ سے اکثر اپنی دعاؤں میں اس سے پناہ مانگتے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے: ‘‘ اے اللہ! میں برے پڑوسی سے دار المقامہ میں تیر ی پناہ مانگتا ہوں (یعنی جو مستقل مکان میں پڑوس میں رہتاہو) اس لیے کہ صحرا اور دوسری جگہ میں رہنے والا پڑوسی دوسری جگہ منتقل ہو جائے گا۔[1]’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ برے پڑوسی سے پنا ہ مانگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ‘‘ برے پڑوسی سے مستقل رہنے کی جگہ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو، اس لیے کہ دوسری جگہ کا رہنے والا پڑوسی تجھ سے جدا ہوجائے گا۔(2)

[1]الحاکم :١/٥٣٢۔ صحیح الجامع: ١٢٩٠۔ [2] الأدب المفرد رقم: ١١٧۔ صحیح الجامع: ٢٩٦٧۔

جسمانی تربیت اور مناسب غذا۔
اہل خانہ کی صحت کی حفاظت کا اہتمام:1

بچپن کے دور میں بچے کی جسمانی تربیت کا مسئلہ سب سے زیادہ توجہ کا مستحق ہے۔ عمر کے اس مرحلہ میں زیادہ تر جسمانی تربیت ہی سے سابقہ رہتا ہے۔ اس عہد کی مناسبت تربیت آئندہ کی صحت مند نشوونما کے لیے اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔ شریعت مطہرہ نے بچے کے حفظان صحت کے لیے مختلف پہلوؤں پر حاوی یقینی ضابطے مقرر کیے ہیں۔ ہم یہاں ایسے اصولوں کاتذکرہ کریں گے جن کا تعلق اولاد کے عہد طفولیت یا مدرس کے بالکل ہی ابتدائی دور سے ہے۔خاندانی یا سماجی ذمہ داریوں کی ادائیگی، کار زار حیات میں دعوت دین کے فریضہ کی انجام دہی، یا کسی بھی نوع کے رفاہ خلق کے کام کرنے کے لیے جسمانی صحت کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر کاروبار جہاں ٹھیک طور سے انجام نہیں پاتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قوی مومن ضعیف مومن سے بہتر اور اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ [1]اس حدیث پاک سے واضح ہے کہ اخلاقی اور روحانی طاقت کے ساتھ ساتھ اسلام مسلمانوں کو جسمانی اعتبار سے مضبوط اور زور آور دیکھنا چاہتا ہے تاکہ جہاد زندگانی میں وہ پامرد، عزت اور کامیاب رہ سکیں۔آج کے بچے کل کے باپ، سماجی کارکن، عالم دین، قائد ورہنما اور حاکم وشہر یار ہوتے ہیں۔ ہر بچے کو جسے اللہ تعالیٰ زندگی کی بہاریں دکھانا چاہتا ہو۔ دنیا میں کسی نہ کسی کام کے لیے

---

[1]صحیح مسلم: ۴۸۱۶۔ ابن ماجہ: ۷۹۔ مسند احمد: ۸۵۷۳۔

ضرور پیدا کرتا ہے، اس لیے والدین اور مربی حضرات کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچوں کو تربیت مین کوتاہی کا شکار نہ ہوں۔ عہد طفلی میں ان کی جسمانی تربیت پر پوری توجہ دیں ضرور پیدا کرتا ہے، اس لیے والدین اور مربی حضرات کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچوں کو تربیت مین کوتاہی کا شکار نہ ہوں۔ عہد طفلی میں ان کی جسمانی تربیت پر پوری توجہ دیں تاکہ کارگہ حیات میں قدم رکھنے کے وقت ان کو مضبوط جسم حاصل ہو اور وہ اپنے فرائض پوری خوبی کے ساتھ انجام دے سکیں۔کتاب وسنت کے دیے ہوئے اصول حفظان صحت امت مسلمہ میں چودہ سو سال سے تجربات اور عمل کے معیار سے گزر رہے ہیں۔ نوع انسانی نے صحت و مرض اور حفظان صحت کے متعلق جتنے تجربات کیے، جتنے علوم و فنون سیکھے اور ایجاد کیے مجموعی طور پر سب ان اسلامی ضوابط صحت کی تشریحات ہیں۔

۔کھانے اور پینے کے طریقے:2

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے فصیح ترین شخص تھے۔ آپ کی صحت بھی نہایت عمدہ اور بے مثال تھی۔ بچپن میں آپ کی پرورش بنو سعد میں ہوئی تھی جو فصاحت و بلاغت میں بہت معروف خاندان تھا۔ اور یہاں کی آب وہوا آپ کے لیے خوشگوار تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل اور آپ کے بعد عرب کے شہروں میں رہنے والے شرفاء کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کی پرورش دیہاتوں میں کراتے تھے۔ جس سے ایک اہم غرض یہ بھی تھی کہ دیہات میں پرورش پا کر ان

کی اصل قومی خصوصیات برقرار رہیں۔خلفائے بنو امیہ شاہانہ شان وشوکت کے باوجود اپنے بچوں کی پرورش عرب کے دیہاتوں میں کراتے تھے۔ پاک و صاف پانی صحت کے لیے بہت ضروری چیز ہے، اور آلودہ پانی بیماریوں کا گھر ہے۔ چونکہ دیہات کا ماحول کثافت اور آلائشوں سے بالعموم پاک ہوتا ہے اور ایسے پانی کے ذریعے ہضم کا نظام ٹھیک رہتا ہے۔ آنتوں اور جسم کی اندرونی گندگیاں صاف پانی کے ذریعے مختلف راستوں سے خارج ہو جاتی ہیں۔ بدن میں خون کا دوران قائم رہتا ہے اور جسم کی حرارت میں اعتدال قائم رہتا ہے۔ پانی ہی کی طرح صاف اور پاک ہوارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ وقت نماز کی مثال غسل سے دیتے ہوئے فرماتے ہیں : اگر تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے نہر بہہ رہی ہو اور وہ شخص روزانہ اس میں پانچ بار غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں ! آپ نے فرمایا: یہی حال نماز کا ہے۔(1)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس قدر صفائی پسند تھے کہ اسلام لانے کے بعد روزانہ پابندی سے غسل کرتے تھے۔(2)
حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں غسل کے لیے حمام موجود تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ حیا دار اور پردہ دار ہے اور پردے کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی غسل کرے تو پردے سے کرے۔'' البتہ باپردہ حمام میں اکیلا شخص کپڑے کے بغیر غسل کر سکتا ہے۔ اس

کے آداب واصول، جمعہ اور عیدین کا غسل پانچ وقت نمازوں کے لیے نیا وضو عمر کے اگلے مراحل سے تعلق رکھتے ہیں اور عام غسل پر مستزاد ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں سے شریعت کا مقصود سمجھا جا سکتا ہے کہ اسلام صفائی وستھرائی کو کتنی اہمیت دیتا ہے۔ حالانکہ بعض دیگر مذاہب میں گندگی اور میل کچیل کو روحانی ارتقاء کا باعث سمجھا جاتا ہے۔(3)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' کوئی عورت کسی دوسری عورت کا ستر نہ دیکھے اور کوئی مرد کسی دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے۔[4]''اللہ تعالیٰ ہمیں بے پردگی سے محفوظ فرمائے اور ہمیں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے

---

[1]مسلم: ۱۰۷۱۔ ترمذی: ۲۸۶۸۔ نسائی: ۴۶۲۔ احمد: ۸۷۰۵۔ [2] مسند احمد: ۱/۶۷ حدیث: ۴۸۴۔ [3]

بخاری: ۸۷۷۔ نسائی: ۱۳۷۶۔ احمد: ۵۱۴۷۔ مؤطا: ۲۳۱۔ دارمی: ۱۵۳۶۔ [4] ترمذی: ۲۷۹۳۔ ابن ماجہ:

۶۶۱۔ احمد: ۱۲۰۷۔ وصححہ الالبانی۔

تاکہ کارگہ حیات میں قدم رکھنے کے وقت ان کو مضبوط جسم حاصل ہو اور وہ اپنے فرائض پوری خوبی کے ساتھ انجام دے سکیں۔ کتاب وسنت کے دیے ہوئے اصول حفظان صحت امت مسلمہ میں چودہ سو سال سے تجربات اور عمل کے معیار سے گزر رہے ہیں۔ نوع انسانی نے صحت و مرض اور حفظان صحت کے متعلق جتنے تجربات کیے، جتنے علوم و فنون سیکھے اور

ایجاد کیے مجموعی طور پر سب ان اسلامی ضوابط صحت کی تشریحات ہیں۔

2۔ کھانے اور پینے کے طریقے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے فصیح ترین شخص تھے۔ آپ کی صحت بھی نہایت عمدہ اور بے مثال تھی۔ بچپن میں آپ کی پرورش بنو سعد میں ہوئی تھی جو فصاحت و بلاغت میں بہت معروف خاندان تھا۔ اور یہاں کی آب وہوا آپ کے لیے خوشگوار تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل اور آپ کے بعد عرب کے شہروں میں رہنے والے شرفاء کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کی پرورش دیہاتوں میں کراتے تھے۔ جس سے ایک اہم غرض یہ بھی تھی کہ دیہات میں پرورش پا کر ان کی اصل قومی خصوصیات برقرار رہیں۔خلفائے بنو امیہ شاہانہ شان وشوکت کے باوجود اپنے بچوں کی پرورش عرب کے دیہاتوں میں کراتے تھے۔ پاک و صاف پانی صحت کے لیے بہت ضروری چیز ہے، اور آلودہ پانی بیماریوں کا گھر ہے۔ چونکہ دیہات کا ماحول کثافت اور آلائشوں سے بالعموم پاک ہوتا ہے اور ایسے پانی کے ذریعے ہضم کا نظام ٹھیک رہتا ہے۔ آنتوں اور جسم کی اندرونی گندگیاں صاف پانی کے ذریعے مختلف راستوں سے خارج ہو جاتی ہیں۔ بدن میں خون کا دوران قائم رہتا ہے اور جسم کی حرارت میں اعتدال قائم رہتا ہے۔ پانی ہی کی طرح صاف اور پاک ہوابھی صحت کے لیے اشد ضروری ہے اور گندی ہوا مضر صحت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ باغات کی سیر کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ہواؤں کو گندا کرنے کے مختلف ذرائع میں سے ہمارے منہ سے نکلا ہوا سانس بھی ہے۔ اس لیے رہائشی مکانات میں کھڑکیوں کا انتظام اور سوتے وقت انہیں کھلا رکھنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیه وسلم کے دور میں صحابه کرام رضی الله عنهم کے مکانات میں آفتابیاں اور روشندان ہوا کرتے تھے۔مدینه ہجرت کرنے کے بعد مسلمانوں کو وہاں کی آب وہوا راس نه آتی تھی۔ اس باعث بہت سے صحابه علیل ہو جایا کرتے تھے۔ ایسے ہی وقت میں حضرت بلال رضی الله عنه مکه کے قدرتی مناظر کو بڑے درد وغم کے ساتھ یاد کیا کرتے تھے، مگر پھر الله کے نبی صلی الله علیه وسلم کی دعا کی برکت سے یه آب وہوا سازگار ہوگئی۔ ایک مکان میں مختلف اشخاص کا دروازے اور کھڑکیاں بند کر کے سونا مضر صحت ہے۔ جہاں تک ممکن ہو اکیلے اور کھڑکیاں کھول کر سونا چاہیے۔ سونے کے کمرے میں کوئلے وغیره جلا کر نہیں سونا چاہیے کیونکه کاربن مونو آکسائیڈ کثرت سے پیدا ہو کر انسانی زندگی کے لیے خطرناک ہو سکتی ہے۔ ہمیں اپنے کمرے بہتر اور برتن وغیره صاف رکھنے چاہئیں، اس طرح ماحول پاک صاف رہے گا۔

۳۔ اہل خانه کو پابندی سے غسل کرنے کی تلقین کرنا:

پابندی سے نہانا دھونا حفظان صحت کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ سربراہ کو لازمی طور پر اہل خانه کو اس کا عادی بنانا چاہیے۔ شریعت مطہره نے پاکیزگی وه صفائی کے متعلق بے مثال تاکیدی احکام دیے ہیں۔ قرآن پاک میں الله تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾

(التوبة : ١٠٨)

اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں اور الله طہارت کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔‘‘

رسول الله صلی الله علیه وسلم پانچ وقت نماز کی مثال غسل سے دیتے ہوئے فرماتے ہیں : اگر تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے نہر بہه رہی ہو اور وه شخص روزانه اس میں پانچ بار غسل

کرے تو کیا اس کے بدن پر میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں ! آپ نے فرمایا: یہی حال نماز کا ہے۔(1)
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس قدر صفائی پسند تھے کہ اسلام لانے کے بعد روزانہ پابندی سے غسل کرتے تھے۔(2)
حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں غسل کے لیے حمام موجود تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:
اللہ تعالیٰ حیا دار اور پردہ دار ہے اور پردے کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی غسل کرے تو پردے سے کرے۔'' البتہ باپردہ حمام میں اکیلا شخص کپڑے کے بغیر غسل کر سکتا ہے۔ اس کے آداب واصول، جمعہ اور عیدین کا غسل پانچ وقت نمازوں کے لیے نیا وضو عمر کے اگلے مراحل سے تعلق رکھتے ہیں اور عام غسل پر مستزاد ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں سے شریعت کا مقصود سمجھا جا سکتا ہے کہ اسلام صفائی وستھرائی کو کتنی اہمیت دیتا ہے۔ حالانکہ بعض دیگر مذاہب میں گندگی اور میل کچیل کو روحانی ارتقاء کا باعث سمجھا جاتا ہے۔(3)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' کوئی عورت کسی دوسری عورت کا ستر نہ دیکھے اور کوئی مرد کسی دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے۔(4)''
اللہ تعالیٰ ہمیں بے پردگی سے محفوظ فرمائے اور ہمیں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے

---

[1]مسلم: ۱۰۷۱۔ ترمذی: ۲۸۶۸۔ نسائی: ۴۶۲۔ احمد: ۸۷۰۵۔ [2] مسند احمد: ۱/۶۷ حدیث: ۴۸۴۔ [3] بخاری: ۸۷۷۔ نسائی: ۱۳۷۶۔ احمد: ۵۱۴۷۔ مؤطا: ۲۳۱۔ دارمی: ۱۵۳۶۔ [4] ترمذی: ۲۷۹۳۔ ابن ماجہ: ۶۶۱۔ احمد: ۱۲۰۷۔ وصححہ الالبانی۔

والے سچے اور پکے مسلمان بنائے۔ (آمین)

۴۔ افراد خانہ کو صفائی و ستھرائی کے امور پر ابھارنا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدۃ :۶)''

اے ایمان والو! جب نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو اور کہنیوں تک اپنے ہاتھوں کو دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں دھو لو۔''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ()
وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ () وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ (المدثر:۳۔۵)

اپنے پروردگار کی بڑائی کر اور اپنے کپڑے پاک کر اور ناپاکی کو چھوڑ دے۔''نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (البقرۃ:۲۲۲)

اور اللہ طہارت کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''نظافت وصفائی ایمان کا جز ہے۔ اسلام نے ہر اس شخص کی جو کفر کی زندگی چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو، فوری طور پر غسل کرنے اور صاف ستھرا ہونے کا حکم دیا ہے۔ حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پانی اور بیری کے پتے کے ساتھ غسل کر کے صاف ستھرا ہونے کا حکم دیا۔(1)

ایک شخص آپ کے پاس پراگندہ ہو آیا۔ آپ نے بالوں کی اصلاح کا اشارہ کیا۔ وہ درست کرا کر لوٹا تو فرمایا کہ کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ کوئی پراگندہ سر شیطان کی طرح آئے۔(1)

[1]ابوداود: ٢٥٥۔ وصححه الالبانی فی صحیح ابی داؤد۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں محنت مزدوری کے میلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے آجاتے، جس سے پسینہ ہونے کے بعد بدبو پھیلتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے جمعہ کے دن غسل کرنے کا شرعی حکم صادر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے اور درخت کے سایہ میں پاخانہ، پیشاب کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔(2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درو دیوار پر تھوکنا انتہائی ناپسند تھا۔ آپ اسے چھڑی سے کھرچتے اور سخت خفگی کا اظہار فرماتے تھے۔ آپ نے مسجد نبوی کی دیوار پر تھوک کا نشان دیکھا تو غصے سے چہرہ سرخ ہوگیا۔ ایک انصاری عورت نے اسے کھرچ کر وہاں خوشبو ملی تو آپ نے مسرت کا اظہار فرمایا۔(3)

آپ اپنی مجلس گرامی اور مسجد نبوی میں خصوصاً سجمعہ کے روز خوشبو کی انگیٹھیاں جلانے کا اہتمام فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبودار چیزیں ناپسند تھیں۔ آپ کا ارشاد ہے: کوئی شخص پیاز اور لہسن کھا کر ہمارے پاس نہ آئے اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس باتیں امور فطرت میں سے ہیں۔ مونچھیں تراشنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، پانی سے ناک صاف کرنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کے کوے دھونا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بالوں کو صاف کرنا، استنجاء کرنا اور کلی کرنا۔ بعض روایات میں دیگر فطری عادات حسنہ کا ذکر بھی ہے، مثلاً ختنہ کرنا وغیرہ۔(4)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بال رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں بالوں

[1]سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۴۹۳۔

[2] ابوداود: ۲۵۔ وصححه الالبانی فی الصحيحة: ۲۳۴۸۔ [3] ابن ماجه: ۷۶۲۔ نسائی: ۷۲۸۔ وصححه الشيخ الالبانی فی صحيح ابن ماجه والنسائی۔ [4] ابوداؤد: ۵۳۔ ابن ماجه: ۲۹۳۔ ترمذی: ۲۷۵۷۔ وحسنه الشيخ الالبانی فی صحاح السنن۔

میں کنگھا کروں ؟ آپ نے فرمایا ہاں ان میں کنگھا کرو اور گرد و غبار سے محفوظ رکھو۔ چنانچہ وہ دن میں دوبار بالوں میں تیل لگاتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔ ’’سکہ‘‘ نامی عطر آپ معمولاً استعمال فرماتے تھے۔ آپ جس راستے سے گزرتے تھے وہ معطر ہو جاتا تھا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ مرد ایسی خوشبو استعمال کریں جو خوب پھیلے لیکن رنگ ظاہر نہ ہو اور عورتیں ایسی خوشبو استعمال کریں جس کا رنگ ظاہر ہو لیکن خوشبو نہ پھیلے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے حد مقرر ہے کہ لبوں کے بال، ناخن، بغل کے بال اور موئے زیر ناف چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں۔(1)

اسلام ہمیں صاف ستھرا رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔* سر کے بال پابندی سے بنوائے جائیں۔* گھر کو پیشاب، پاخانہ کی گندگی سے پاک و صاف رکھا جائے۔* بچے کو تھوک اور رینٹ نگلنے سے روکا جائے اور اسے مناسب جگہ تھوکنے کے لیے کہا جائے۔* بچے کو خوشبو استعمال کرائی جائے۔* پابندی سے ناخن تراشے جائیں۔* استنجاء کے اصول کا خوگر بنایا جائے۔

۵۔ گھر والوں کا وقت پر سونا:

نیند افراد کی صحت کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کھانا اور کھیلنا۔ لیکن جس طرح کھانے پینے اور کھیلنے کے لیے کچھ تربیتی اصول ہیں اسی طرح سونے کے لیے بھی ہیں۔ ان اصولوں کی پابندی بچوں اور بڑوں کی صحت میں بہت معاون ثابت ہوتی ہے۔ انسان جب سوتا ہے تو اسے مکمل آرام حاصل ہو جاتا ہے۔ بدن اور عقل دونوں کو سکون حاصل ہو جاتا

[1]ابوداود: ۴۲۰۰۔ ابن ماجه: ۲۹۵۔ نسائی: ۱۴۔ ترمذي: ۲۷۵۹ وصححه الالبانی۔

ہے۔ بڑے بچوں میں سے ہر ایک کے لیے سونے کے لیے کمرہ اور چار پائی الگ ہونی چاہیے۔ ہوش مند مربی بچوں کو جلد بستر پر پہنچنے اور جلد اٹھنے کی تلقین کرتے ہیں۔نیند کے دو بڑے فائدے ہیں : ایک یہ کہ اس سے تمام اعضاء و جوارح کو سکون ملتا ہے اور تھکاوٹ دور ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس سے غذا ہضم ہوتی ہے۔ دائیں کروٹ پر سونے سے غذا ہضم ہوتی ہے، دائیں کروٹ پر سونے سے غذا معدہ کے اندر اپنے صحیح مقام پر قرار پا جاتی ہے۔ اس لیے کہ معدہ کچھ بائیں جانب مائل ہوتا ہے۔ کثرت سے بائیں کروٹ پر سونا دل کے لیے مضر ہے کیونکہ اعضاء کا میلان دل ہی کی طرف ہے اور اس سے مختلف مواد دل کی طرف چڑھنے لگتے ہیں۔ پیٹھ یا چہرے کے بل سونا بدترین نیند ہے، جیسا کہ مسند احمد اور سنن ابن ماجہ کی روایات میں مذکور ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ ﴾(الروم:۲۳)

اللہ کی نشانیوں میں سے تمہارا رات کو سونا بھی ہے۔‘‘

نیز ارشاد ہے.

﴿وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا﴾(النباء:۹)

اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام دہ بنایا ہے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ ہمیشہ دائیں کروٹ پر سوتے تھے۔ سوتے وقت دائیں ہتھیلی کو دائیں رخسار کے نیچے رکھ لیتے تھے۔ سوتے وقت آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

))بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ اَمُوْتُ وَأَحْیَا))

نیند سے بیدار ہونے پر یہ دعا پڑھتے تھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَحْیَانَا بَعْدَ مَا أَمَا تَنَا وَإِلَیْهِ النُّشُوْرِ))(1))(

---

[1]بخاری: ۶۳۱۴۔ ترمذی: ۳۴۱۷۔ احمد: ۲۲۸۶۰۔

سوتے وقت آپ دونوں ہتھیلیوں کو ملاتے اور ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴾﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾پڑھ کر ان میں پھونکتے اور سر، چہرہ اور جسم کے سامنے کے حصے اور پورے بدن پر پھیلاتے تھے۔(1)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پیٹ کے بل سوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ سونے کا ایسا طریقہ ہے جسے اللہ پسند نہیں فرماتا۔(2)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مومن کو سونے سے پہلے وضو کر لینے کی ترغیب دلائی ہے۔(3)

آپ نے ایک پاؤں کو کھڑا کر کے دوسرا پاؤں اس پر رکھ کر لیٹنے سے منع فرمایا ہے۔(4)

مدینہ میں ایک شب ایک گھر میں آگ لگ گئی۔ آپ نے فرمایا: جب سونے لگو تو آگ بجھا دیا کرو۔ نیز دروازے بند کر لینا اور برتنوں کو ڈھانک دینا چاہیے۔(5)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوپ میں سونے سے منع فرمایا ہے۔ دن میں سونا مضر ہے اس سے رطوباتی امراض پیدا

ہوتے ہیں، رنگ متغیر ہو جاتا ہے، تلی کی بیماری پیدا ہوتی ہے، اعصاب کمزور ہوتے ہیں اور سستی پیدا ہوتی ہے۔ اول دن میں سونا یا عصر کے بعد سونا بھی مضر ہے۔ گرمی کے موسم میں زوال شمس کے بعد سونا درست ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک لڑکے کو صبح کو سوتے ہوئے دیکھا تو کہا: کھڑے ہو جاؤ۔ کیا تم ایسے وقت سوتے ہو جب روزی تقسیم کی جاتی ہے۔ علماء نے کہا ہے دن کا سونا تین طرح کا بہتر ہے جیسے زوال کے بعد سونا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔ ضعف، جیسے چاشت کے وقت سونا۔ حماقت، جیسے عصر کے بعد سونا، نیز صبح کے وقت سونا بدن کے لیے

---

[1]بخاری: ۵۰۱۸۔ ترمذی: ۳۴۰۲۔ ابوداؤد: ۵۰۵۶۔ احمد: ۲۴۳۳۲۔ [2] ترمذی: ۲۷۶۸۔ احمد: ۷۹۸۱۔ وصححه الالبانی فی صحیح الترمذی۔ [3] بخاری: ۲۴۷۔ مسلم: ۴۸۸۴۔ ترمذی: ۳۵۷۴۔ ابوداؤد: ۵۰۴۶۔ احمد: ۱۸۱۱۴۔ [4] الطب النبوی، اسلامی تربیت۔ [5] ابوداود: ۵۲۴۷۔ احمد: ۱۳۸۱۶۔ وصححه الالبانی فی الصحیحة: ۱۴۲۶۔

بہت مضر ہے۔ اس لیے کہ ریاضت اور محنت سے جن فضلات کی تحلیل ضروری تھی وہ جز و بدن بن جاتے ہیں۔ دھوپ میں سونا یا بعض حصہ سائے میں اور بعض دھوپ میں رکھ کر سونا مضر صحت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی دھوپ میں سوئے اور سایہ سمٹ جائے جس سے بعض حصہ دھوپ میں اور بعض سایہ میں ہو جائے تو اسے کھڑا ہو جانا چاہیے۔(1)

جب مرغ بولتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو جاتے، اللہ کی حمد و تکبیر کرتے اور اس کی ثنا و دعا کرتے، پھر مسواک کرتے، پھر وضو کرنے کے لیے کھڑے ہوتے، پھر نماز میں بکمال

خشو وخضوع مشغول ہو جاتے۔ روح، بدن اور دل کی صحت کے لیے اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ہمیں چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کے طریقہ کے مطابق عمل کریں اور ہمیں اس طرح سونا چاہیے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تھے۔ سوتے وقت ہمیں وضو کر کے سونا چاہیے اور جو دعائیں حدیث سے وارد ہیں، وہ ہمیں پڑھ کر سونا چاہیے۔ سونے سے پہلے اپنے بستروں کو جھاڑ لینا چاہیے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو آدمی اپنے بستر پر سونے سے پہلے وضو کرے اور پھر سوئے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کے ساتھ رات بسر کرتا ہے اور یوں پوری رات اس کی شیطان سے حفاظت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین

۶۔عمدہ لباس پہننا:

اسلامی تربیت میں لباس کے دو مقاصد ہیں۔ ایک یہ کہ جسمانی طور پر بدن ہر طرح کی تکلیف اور سردی گرمی سے محفوظ رہے اور دوسرا مقصد اخلاقی ہے کہ ایسے تمام اعضاء ڈھکے رہیں جنہیں شریعت نے ستر قرار دیا ہے۔

---

[1]ابوداود: ۴۸۲۱۔ وصححه الالبانی فی صحیح ابی داود۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَابَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ ﴾(الاعراف:۲۶)

اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرم گاہیں ڈھانپتا ہے اور وجہ زینت ہے اور پرہیزگاری کا لباس سب سے بہتر ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:
﴿يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ نیز ارشاد فرمایا
(الاعراف:۳۱)
نیز ارشاد فرمایا ہے:
﴿ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾
(الفرقان:۶۷)
اور وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی میں اڑاتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں۔ ان کی روش اس کے درمیان ہوتی ہے۔‘‘آپ کا ارشاد گرامی ہے: کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو بغیر اسراف اور غرور کے۔(1)
چنانچہ ہر مسلمان کو صفائی اختیار کرنا ضروری ہے اس لیے کہ اسلام پاکیزگی والا مذہب ہے۔کچھ صحابہ سفر سے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی آپ لوگ اپنے بھائیوں میں آئے ہیں لہٰذا اپنی جائے سکونت اور لباس کو درست کر لیجئے اس طرح کہ گویا دوسرے لوگوں میں آپ ممتاز ہیں۔ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے کو پسند نہیں کرتا۔ایک شخص معمولی کپڑوں میں آیا۔ آپ نے فرمایا: تم صاحب مال ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: کیسا مال ہے؟ کہا: اللہ نے مجھے ہر طرح کا مال دیا ہے۔ فرمایا: اگر ایسا ہے تو اللہ

[1]سنن ابن ماجہ: ۳۶۰۵۔ نسائی: ۲۵۵۹۔ وصححہ الالبانی۔

کی نعمت کا اثر اور اس کی اچھائی کا نتیجہ تمہارے بدن پر ظاہر ہونا چاہیے۔(1)
آپ نے ایک بار ریشم کو دائیں ہاتھ میں لیا اور سونا بائیں ہاتھ میں لے کر فرمایا: یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کے لیے حلال ہیں۔(2)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لباس شہرت پہنے گا قیامت میں اللہ اسے لباس ذلت پہنائے گا۔(3)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ناز و تکبر سے اپنے کپڑے گھسیٹ کر چلے گا قیامت میں اللہ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔(4)

ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: میں کیسا کپڑا پہنوں ؟ کہا، جس سے کم عقل لوگ تمہیں حقیر نہ سمجھیں اور دانش مند لوگ عیب نہ لگائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لباسوں میں قمیص سب سے زیادہ پسند تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حرہ کی چادر بہت پسند تھی۔ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیوند لگی چادر اور گاڑھے کا تہبند نکالا اور کہا: آپ کا انتقال انہی دونوں کپڑوں میں ہوا۔ آپ نے بائیں ہاتھ سے کھانے، ایک جوتا پہن کر چلنے اور ایک کپڑے میں سرین کے بل اس حال میں بیٹھنے سے کہ شرم گاہ کھلی ہو منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ﴾ (الاعراف:٢٢)

تو جب ان دونوں نے درخت کو چکھا، ان کے ستر ان کے لیے کھل گئے تو اپنے اوپر درخت کے پتے جوڑنے لگے۔‘‘

---

[1]احمد: ٥٤٦٢۔ ترمذی: ٢٨٢٩۔ وصححہ الالبانی۔

[2] ابوداؤد: ٤٠٥٧۔ ابن ماجہ: ٣٥٩٥۔ نسائی: ٥١٤٤۔ ترمذی: ١٧٢٠۔

وصححہ الالبانی۔ [3] ابوداؤد: ٤٠٢٩۔ ابن ماجہ: ٣٦٠٦۔ احمد: ٥٦٣١۔ وحسنہ الالبانی۔

[4] بخاری: ٣٦٦٥۔ مسلم: ٣٨٨٧۔ ترمذی: ١٧٣٠۔ ابوداؤد: ٤٠٨٥۔ احمد: ٥٣٢٨۔

اس آیت کریمه سے معلوم ہوتا ہے که ستر کا چھپانا انسان کی فطرت میں داخل ہے که آدم وحوا جنت میں ستر کھل جانے کے بعد پتوں سے اسے ڈھانکنے لگے۔ مردوں کاستر ناف سے گھٹنے تک اور عورتوں کا سر سے ٹخنے اور ہاتھ کی کلائی تک ہے۔ احتیاطاً پاؤں میں جرابیں اور ہاتھوں میں دستانے پہننا مستحب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے ایسی عورتوں پر جو مردوں جیسے لباس اور طور طریقے اختیار کریں، یا ایسے مردوں پر جو عورتوں جیسے لباس اور طور طریقے اختیار کریں لعنت فرمائی ہے۔(1)

آپ نے فرمایا: کتنی کپڑے پہننے والی عورتیں ہیں جو فی الواقع آخرت میں ننگی ہوں گی۔(2)

۷۔ اہل خانه کا مسواک کرنا:

منه اور دانتوں کی گندگی گوناگوں بیماریوں کی جڑ ہے۔ اس لیے مربی اول نے مسواک کو سنت قرار دیا ہے۔ ہمیں اپنے بچوں اور اہل خانه کو اس کا پابند بنانا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کا ارشاد ہے: اگر میری امت کے لیے گراں نه ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ ابو سلمه رضی اللہ عنه کہتے ہیں میں نے حضرت زید رضی اللہ عنه کو دیکھا که مسجد میں بیٹھے ہیں، مسواک کان پر رکھے ہوئے ہیں۔ جیسے کاتب اپنا قلم رکھتا ہے اور جب نماز کا وقت آتا ہے تو مسواک کرتے ہیں۔(3)

حضرت عائشه رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم جب مسواک کرتے تو مجھے مسواک دھونے کے لیے دیتے تھے۔(4)

رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رات یا دن میں جب بھی سو کر بیدار ہوتے تو وضو سے پہلے ضرور مسواک کرتے تھے۔(5)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک امور فطرت

[1]بخاری: ۵۸۸۵۔ ابوداؤد: ۴۰۹۷۔ ابن ماجہ: ۱۹۰۴۔ احمد: ۲۷۲۰۶۔ [2] بخاری: ۱۱۵۔ ترمذی: ۲۱۹۶۔ [3] ترمذی: ۲۳۔ ابوداؤد: ۴۷۔ احمد: ۱۶۶۰۰۔ وصححہ الالبانی۔ [4] ابوداؤد: ۵۲۔ وحسنہ الالبانی فی تخریج المشکاۃ۔ [5] ابوداؤد: ۵۷۔ احمد: ۲۴۷۴۵۔ وحسنہ الالبانی فی تحقیق المشکاۃ۔

میں سے ہے۔(1)
ایک بار کچھ مسلمان آپ کے پاس آئے جن کے دانت مسواک نہ کرنے کے سبب پیلے پڑ گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دانت زرد کیوں ہیں ؟ مسواک کیا کرو۔نمازوں کے لیے وضو میں کلی کرنا سنت رسول ہے جس سے مقصد منہ اور دانتوں کی تطہیر ہے۔ دانتوں اور منہ کے تعفن سے دل کے بعض امراض، بدبو اور حلق اور زبان کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ کلی کی سنت سے شریعت انسان کو ان امراض سے محفوظ رکھنا چاہتی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان جیسے امور میں شریعت نے انسانی صحت کو کس قدر مد نظر رکھا ہے۔(2)
امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں : بے کار نہ بولنے، علماء کی صحبت اختیار کرنے اور مسواک کرنے سے عقل میں اضافہ ہوتا ہے۔* مسواک سنت نبوی ہے، اسے بالالتزام بچوں سے کرایا جائے۔* مسواک کرنے سے پہلے اسے دھو لینا چاہیے۔* جب بھی سو کر اٹھیں یا پانچوں نمازوں کے وقت مسواک ضرور کریں۔* مسواک انسان کی فطرت ضرورت ہے۔ اس کی پابندی بڑے بڑے خطرناک اور مہلک امراض سے نجات دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کی توفیق بخشے۔

۸۔ گھر کے افراد کی بیماریوں سے حفاظت کرنا:

شریعت اسلامی نے طلب شفا اور بیماریوں سے بچاؤ پر کافی زور دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کی اس سلسلے میں بہت سی ہدایات ہیں۔ البته اس سلسله میں موثر، شفا بخش اور بیماریوں سے بچانے والا دعا اور دوا کو نہیں، بلکه اللہ تعالیٰ ہی کو ماننا لازم ہے۔ ان چیزوں کو تو

---

[1]ابوداؤد: ۵۳۔ ابن ماجه: ۲۹۳۔ ترمذی: ۲۷۵۷۔ وصححه الالبانی۔ [2] الطب النبوی للدکتور صلاح الدین کثرید۔

اللہ نے ایک ذریعه بنایا ہے، یه بجائے خود کوئی طاقت نہیں رکھتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فرماتے ہیں : ہر مرض کے لیے دوا ہے اور جب دوا بیماری کے لیے ٹھیک بیٹھ جاتی ہے تو اللہ کے حکم سے مریض شفا یاب ہو جاتا ہے۔(1)
کچھ دیہاتی آپ صلی اللہ علیه وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم دوا کر سکتے ہیں ؟ آپ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندو! ہاں دوا کرو، اللہ عزوجل نے جو بیماری پیدا کی ہے اس کے لیے شفا بھی بنائی ہے۔ البته ایک بیماری جس کے لیے شفا نہیں ہے۔ بولے کونسی؟ فرمایا: بڑھاپا۔(2)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنه کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سے کہا: دعا، دوا اور دشمنوں سے حفاظت کے ذرائع جو ہم استعمال کرتے ہیں کیا یه اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر بدل سکتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا: یه سب اللہ کی تقدیر سے ہیں۔(3)
آپ فرماتے ہیں : ہر بیماری کے لیے اللہ نے شفا بھی رکھی ہے۔ جسے جاننے والے نے جان لیا اور نه جاننے والے نے نہیں جانا۔(4)

کھانے پینے میں شریعت نے جن چیزوں کو حلال اور طیب قرار نہیں دیا، بطور دوا بھی ان کا استعمال ٹھیک نہیں ہے۔ مسکر اور نشه آور چیزوں کو دوا کے طور پر استعمال کرنے سے روکا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیه وسلم فرماتے ہیں : اللہ نے جن چیزوں کو تم پر حرام کیا ہے ان میں شفا نہیں رکھی ہے۔ اللہ نے بیماری اور دوا دونوں پیدا کی ہے اور ہر بیماری کے لیے دوا بنائی ہے۔ لہٰذا اس سے دوا کرو اور حرام چیز سے بچو۔ دعا اور دم کا استعمال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سے ثابت ہے۔ لیکن تعویذ اور شرکیه گنڈے اور تمائم کا استعمال ٹھیک نہیں ہے، ان کا استعمال کرنے والے خود

[1]مسلم: ۴۰۸۴-احمد: ۱۴۱۸۷- [2] ترمذی: ۲۰۳۸- وصححه الالبانی واخرجه البخاری فی الادب المفرد: ۲۹۱- [3] ابن ماجه: ۳۴۳۷- وصححه الالبانی فی تخریج مشکلة الفقر، ص: ۲۹۱- [4] النسائی الکبری: ۷۵۵۵- المستدرک للحاکم: ۴/۲۱۸- سنن البیهقی: ۹/۳۴۳- ابن ماجه: ۱۱۳۸-

ان چیزوں کو یا اللہ کے سوا دیگر شخصیات کو موثر مانتے ہیں۔ بلکه تعویذ اور گنڈے شرک ہیں اور عقیدہ توحید کے خلاف ہیں۔ جس نے تعویذ یا تانت لٹکایا یا کسی جانور کے گلے میں باندھا، اس نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس برے اور قبیح وشنیع فعل سے محفوظ رکھے۔ (آمین)***

امانت ایک وسیع لفظ ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امانت کا اطلاق ان تمام حقوق اللہ پرہوتا ہے جن کا پورا کرنا واجب ہے،جیسے نماز،زکوۃ،روزہ،نذر اور ادائیگی کفارہ وغیرہ اور ان حقوق العباد پر بھی جوباہم ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔

(تفسیرابن کثیر ص۶۸۵ج۱:)

ابوالعالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الأمانة ما أمروا به ونهوا عنه۔ کہ تما م اوامرو نواہی امانت ہیں۔حضرت عبدرحمہ اللہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا ہے کہ الصلاۃ امانة والوضوء أمانة والوزن أمانة والکیل أمانة و أشد ذٰلک الودائع۔

(احمد،صحیح الترغیب :ص ۳۳۳ ج ۲)

نماز امانت ہے وضو امانت ہے،ماپ و تول امانت ہے،اور سب سے زیادہ وہ چیز جو کسی کے پاس حفاظت کے لئے رکھی جائے۔ناپ تول میں خیانت اور بددیانتی کے نتیجہ ہی میں ایک قوم ہلاک ہوئی،حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے ہیں کہ یا معشر التجّار اِنّکم ولیتم امرا ھلکت فیه الامم السالفة۔اے تاجرو !تمہیں ایسا کام سپرد کیا گیا ہے کہ جس میں (خیانت کے نتیجہ میں) پہلی امتیں ہلاک ہوگئیں۔اللہ سجانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَبْخَسُوْا النَّاسَ أَشْيَآئَهُمْ ﴾

(الاعراف:۸۵)

لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو،گویا جب وہ چیز کی قیمت دے چکیں تو وہ چیز ان کی ہے،اب وہ تمہاری نہیں،اس میں کمی کرو گے تو یہ خیانت ہوگی۔اسی طرح وہ تمام حقوق جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں ان کو پورا نہ کرنا بھی بددیانتی ہے۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں :ہمارے نزدیک ایمان کی بنیاد اور اس کی فرو عات یہ ہیں کہ

اصل اِیما ن عندنا وفرعه الشهادة با لتوحيد و بعد الشهادة للنبى بالبلاغ وبعد اداء الفرائض صدق الحديث و حفظ الأمانة و ترک الخيانة ووفاء بالعهد وصلة الرحم و النصيحة لكل مسلم ۔
(شعب الایمان)

ہمارے نزدیک ایما ن کی بنیا د اوراس کی فرع یہ ہے کہ توحید کی شہا دت،اس کے بعد تبلیغ نبوی کی شہا دت کہ آ پ نے دین مکمل پہنچا دیا،اور فر ائض کی ادائیگی کے بعد،سچ بولنا،امانت کی حفاظت کر نا،خیا نت نہ کر نا،و عدہ پو راکر نا،صلہ رحمی کر نا اور ہر مسلما ن کے سا تھ خیرخوا ہی کر نا ہے۔حضرت معا ذ بن اسد رحمہ اللہ نے کہا :کہ حضرت کیا یہ محض آ پ کی رائے ہے یا اس بارے میں آپ نے کچھ سنا ہے،تو انہوں نے فرمایا: لا بل سمعناه وتعلمناه من أصحابنا۔نہیں بلکہ ہم نے یہ با تیں اپنے اصحا ب سے سنیں اور ان سے سیکھی ہیں۔اس سے معلو م ہواکہ اما نت کا تعلق ما لی حقو ق ہی سے نہیں،دین کے تمام حقو ق کی پا سد اری اما نت ہے،اسی معنی میں فرمایا گیا ہے کہ.

﴿ اِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وِالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَاالْاِنْسَان

(الاحزاب ۷۲)

کہ ہم نے اما نت کو آ سما نوں پر،زمین پر اور پہا ڑوں پر پیش کیا (کہ وہ اطاعت و فر ما نبر دا ری اور احکا م و فر ائض کا بار اپنے ذمہ لیں اور ان کے بجا لا نے پر اجر و ثو اب پا ئیں اور خلاف ورزی پر عذا ب کے مستحق ٹھہریں گے۔)

مگر سب نے اس کے اٹھا نے سے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے
مگر انسان نے اسے اٹھالیا۔اس نے یہ ذمہ دا ری پو ری کرنے کا
اقرار کیا،مگرآج کتنے ہیں جو اس سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں،جنہیں
اس ذمہ کا احسا س تھا وہ تمام تر فر ما نبر دا ری کے باوصف
فرما تے ہیں : کا ش میں درخت ہو تا،کو ئی اونٹ اپنا لقمہ بنا
لیتا،کا ش میں پر ندہ ہو تا،پر ندہ کی طرح کھاتا اڑتا اور پھر مر
جاتا اور مجھ سے حسا ب نہ لیا جاتا۔

مجالس بھی امانت ہیں

کسی مجلس میں کوئی بات کی جائے اور اہل مجلس میں اس کے افشا نہ کرنے کا عہد ہو تو اسے افشا کرنا خیانت ہے۔چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المجالس بالأمانة اِلاَّ ثلا ثة مجالس سفک دم حرام أو فرج حرام
أو اقتطاع مال بغير حق۔ (ابوداؤد:
ص ۴۱۸ ج ۴،ضعیف الترغیب:ج۲ ص ۲۷ ابوداؤد)

کہ مجالس امانت کے ساتھ ہیں،مگر تین موقعوں پر،کسی کے ناحق قتل کی،یا کسی کی آبروریزی کی،یا کسی کا مال ناجائز طورپر لینے کی سازش۔کسی مجلس میں ان تینوں میں سے کسی ایک کی سازش ہوتو متعلقہ لوگوں کو خبردار کردینا چاہیے،اس کا اظہار بددیانتی نہیں،بلکہ خیرخواہی اور اصلاح ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا حدَّث الرجل بالحديث ثم التفت فهی امانة
(ابوداؤد،ترمذی :ج۳ص۱۳۳،احمد:
ج۳ص۳۲۴،صحیح الترغیب :ج۲ص۴۵۴)

جب کوئی کسی سے بات کررہا ہواور بات کرتے ہوئے ادھر ادھر دیکھتا ہو کہ کوئی سن تو نہیں رہا،تو یہ بات امانت ہے اور ایسی بات کا اظہار خیانت ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ راز کی کوئی

بات اس وقت ہی راز نہیں ہوتی جب اس کے بارے میں بتلایاجائے کہ یہ راز ہے،یا اسے ظاہر نہ کیاجائے،بلکہ وہ بات بھی راز ہے جو دوسرے سے بچتے ہوئے کسی سے کرتا ہے۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ پہلے حضرت خنیس بن خزاعہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں،غزوہ بدر میں حضرت خنیس رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نےحضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حفصہ رضی اللہ عنہ کےنکاح کی پیشکش کی،مگر وہ خاموش رہے،اور فرمایا :کہ ابھی میرا کوئی ارادہ نہیں،اس کے بعد یہی پیشکش حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے رفیق خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کی،تو وہ بھی خاموش رہے،جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رنج ہوا،اور سارا قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کردیا،آپ نے فرمایا: حفصہ رضی اللہ عنہ کی شادی اس سے ہوگی جو عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے،اور عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح اس سے ہوگا جو حفصہ رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے،اس کےبعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا،اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اپنی لخت جگر ام کلثوم رضی اللہ عنہ سےنکاح کردیا۔اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نےحضرت عمر رضی اللہ عنہ سےفرمایا آپ کو میری خاموشی سے رنج ہوا تھا؟ میری خاموشی کا سبب یہ تھا رسول اللہ صلی اﷲعلیہ وسلم حفصہ رضی اللہ عنہ کا ذکر مجھ سے کرچکے تھے،اور میں،لم اکن لافشی سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولوترکھا لنکحتھا

رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کا راز ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھااگر آپ حفصه رضی اللہ عنه سے نکاح نه کرتے تو میں ضرور ان سے نکاح کرلیتا۔(بخاری :ج۲ص۸۶۸)

یه قصه حضرت ابوبکر رضی اللہ عنه کی کمال وفاداری اور آپ صلی اللہ علیه وسلم کے راز دان ہونے کی روشن دلیل ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم نے اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنه کو کسی کام کے لئے بھیجا وہ فرماتے ہیں که میں واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیه وسلم میرے انتظار میں تھے۔آپ سے رخصت ہوکر گھروالدہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے دیر سے آنے کا سبب پوچھا۔میں نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نے مجھے ایک کام کے لئے بھیجا تھا اس لئے آنے میں دیر ہوگئی والدہ نے پوچھا وہ کیا کام تھا میں نے کہا : که یه رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کے راز کی بات تھی،تو انہوں نے کہا :که رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کے راز کو چھپائے رکھو۔

(الادب المفرد:۲۹۲ص،۲۹۷)

بیوی بھی امانت ہے

میاں بیوی کا رشته انتہائی مقدس و محبت کا رشته ہے نبی کریم صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا ہے : که دنیا کا بہترین متاع نیک بیوی ہے۔ماں باپ اپنی لخت جگر کو پال پوس کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیه وسلم کے حکم کے مطابق اللہ کے سہارے ایک مرد جو بسا اوقات اجنبی بھی ہوتا ہے،کے سپرد کردیتے ہیں،اب خاوند کی ذمه داری ہے که وہ اس کے حقوق و ضروریات کی پاسداری کرے۔اس اعتبار سے ماں باپ گویا اپنی بیٹی کو خاوند کی امانت میں دے دیتے ہیں،اس بات کا اظہار آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم نے حجة الوداع کے عظیم الشان خطبه میں عورتوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فاتقوا اللّٰہ فی النسآء فاِنّکم اخذتموھن بامان اللّٰہ
(مسلم ص ۳۹۷: ج۱ وغیرہ)
اپنی عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو تم نے انہیں اللہ کی امان سے اپنے قبضہ میں لیا ہے۔اور بعض روایات میں ہے کہ بأمانة اللّٰہ اللہ کی امانت سے اپنے قبضہ میں لیا ہے۔اسی طرح میاں بیوی کے ملاپ کی کوئی بات کسی سے کہنا جہاں بدترین بے حیائی پر مبنی ہے،وہاں بہت بڑی امانت میں خیانت بھی ہے،چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اِن أعظم الأمانة عنداللّٰہ یوم القیامة الرجل یفضی اِلی امرأته و تفضی اِلیه ثم ینشر سرھا۔
(مسلم :ج۱ص۴۶۴)
قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بڑی امانت یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کی طرف پہنچے اور عورت اپنے خاوند کی طرف پہنچے،پھر اس کا بھید ظاہر کرے،یعنی لوگوں سے یہ بیان کرے :کہ میں نے اتنی بار جماع کیا یا اتنی دیر جماع کیا وغیرہ۔میاں بیوی کے مابین یہ باتیں امانت ہیں،جن کا اظہار بددیانتی ہے۔اور ایک روایت میں اس کے مرتکب کو بدترین انسان قرار دیا گیا ہے،اور مسند احمد میں حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ جو مرد یا عورت آپس کے اس راز کا افشا کرتا ہے اس کی مثال شیطان کی ہے،جو شیطانہ سے اس حالت میں جماع کرتا ہے کہ لوگ اُن کی طرف دیکھتےہوتےہیں۔
(الترغیب :ص ۸۶ ج ۲)

اولادبھی امانت ہے

اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ جو اولاد عطا فرماتے ہیں وہ بھی امانت ہے،ان کی پرورش اوران کی تربیت و تعلیم کا اہتمام کرنا والدین کی ذمہ داری ہے،امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والصبی أمانة عند والدیه و قلبه الطاھر جوھرة نفیسة فاِن عوّد الخیر و

عُلّمه نشأ عليه سعد فى الدنيا والآخرة وان عُوّد الشر وأهمل اِهمال البهائم شقى وهلک و صيانته بأن يؤدبه ويعلمه محاسن الأخلاق۔
(تربية الأولاد :ص ١۵٢ ج١)

بچه والدین کے ہاں امانت ہے،اس کا پاکیزہ دل نفیس جوہر ہے،اگر اسے خیر کا عادی بنایا جائے اور خیرو بھلائی کی تعلیم دی جائے تو اسی پروہ پروان چڑھے گا،اور دنیا و آخرت میں سعادت مند ہوگا،اور اگر اسے شروفساد کا عادی بنایاجائے،اورچار پاؤں کی طرح اسے آزاد چھوڑ دیاجائے،تو وہ بدنصیب بنے گا،اور ہلاک ہوجائے گا،اس کو بچانا
اور محفوظ کرنا یہ ہے کہ اس کو ادب و تہذیب سکھلائی جائے،اور حسسن اخلاق کی تعلیم دی جائے۔

گھروں میں جھانکنا خیانت ہے

اسلام دوست و احباب اور عزیز و اقارب سے میل ملاقات کا حکم دیتا ہے اور اجازت لے کر ان کے گھر وں میں جانے کی بھی اجازت دیتا ہے،مگر ان کے گھروں میں جھانکنے کی اجازت نہیں دیتا۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
فرماتے ہیں کہ:
’’مِن تضیع الأمانة النظر فی الدور‘‘
امانت کے ضیاع میں سے یہ ہے کہ گھروں میں جھانکا جائے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے معمول یہ تھا
كان رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم اِذا أتى باب قوم لم يستقبل الباب عن تلقآء وجهه ولكن من ركنه الأيمن او الا يسر يقو ل السلا م عليكم السلا م عليكم:
(أبوداود :ج۴ص۵١٢،الا دب المفرد :ص٢٧٧وغيرهما)

رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے پر تشریف لے جا تے تو دروازے کے با لکل سامنے کھڑے نہ ہوتے تھے بلکہ اس کی دا ئیں یا با ئیں جا نب کھڑے ہو تے اور السلام علیکم،السلام علیکم کہتے۔اس حدیث سے معلو م ہوا جب کسی دو ست یا عزیز کے ہاں جا یاجائے توگھر کے دروازے کے با لکل سامنے نہیں،بلکہ دا ئیں یا با ئیں جا نب کھڑا ہو نا چاہیے،اور السلام علیکم کہہ کر اندر آ نے کی اجا زت لینی چاہیے،حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقد س میں حاضر ہو ئے تو دروا زے کے سا منے کھڑے ہو کر اند ر گھر میں آنے کی اجا زت طلب کی،تو آ پ نے فر مایا :ایک طرف ہو کر کھڑے ہو نا چا ہیے۔

(مجمع الزوائد ص ۴۳ ج ۸)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مرو ی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے ایک سورا خ سے اندرجھانکا آپ کے ہا تھ میں کنگھی نماکوئی لکڑی تھی جس سے سر کے بال در ست کیا کرتے تھے۔آپ نے فرمایا: لوأعلم انّک تنظر طعنت بہ فی عینک اِنّما جعل الِاذن من أجل البصر۔

)بخاری ج۲ص۹۲۲ ومسلم ج۲ص۲۱۲(

اگر مجھے معلو م ہو جاتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو میں اسے تیری ا نکھ میں دے ما رتا،اجا زت تو آنکھ ہی کی بنا پر طلب کی جا تی ہے۔اگر آ نکھ سے گھر کے اند ر دیکھ ہی لیا تو پھر اجا زت کے کیا معنی ؟بلکہ حضرت ابوہر یرۃ رضی اللہ عنہ سے مر و ی ہے کہ اگر کو ئی شخص بغیر اجا زت کے گھر کے اند ر دیکھے اور اہل خا نہ کنکر ی اٹھاکر اسے دے ما ریں،جس سے اس کی آ نکھ زخمی ہو جا ئے تو اس پر کو ئی گناہ نہیں ہو گا۔

(بخاری :ج۲ص۱۰۲۰ و مسلم :ج۲ص۲۱۲) **بلکه صحیح مسلم اور مسند احمد** میں ہے،اہل خا نہ کیلئے جا ئز ہے کہ وہ اس کی آ نکھ پھو ڑ دیں اور ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

من اطّلع فی بیت قو م بغیر اذنھم نفقؤا عینه فلا دیة له ولا قصاص۔

(نسا ئی،صحیح التر غیب :ج۳ص۳۵)

که جو شخص کسی کے گھر بغیر ان کی اجا زت دیکھتا ہے اوراہل خانه اس کی آ نکھ پھو ڑ دیتے ہیں تو اس کی نه ہی دیت ہے اور نه ہی قصاص۔غور کیجئے اگر ظا لم کسی کی ایک آ نکھ نکا ل دے تو اس سے قصا ص لیا جا ئے گا اور قصاص میں اس کی آ نکھ نکال لی جا ئے گی،یا اس سے پچا س او نٹ یعنی نصف دیت و صو ل کی جا ئے گی،لیکن اگر یہی آ نکھ دیا نت وامانت کا مظا ہرہ نہیں کرتی،کسی کے گھر دا خل ہو جا تی ہے،تو اس کی قدر ومنزلت ختم ہو جا تی ہے،بالکل اسی طر ح جیسے اگر کو ئی ہا تھ ربع دینا ر یعنی ایک چو تھا ئی دینا ر کے برا بر چو ری کر ے تو اسے کا ٹ دینے کا حکم ہے،لیکن اگر کوئی کسی کا ہاتھ ظلما کا ٹے تو اس سے نصف دیت وصو ل کی جا ئے گی،اسلا م معاشر ے کو امن و سکو ن اور اما نت و دیا نت کا گھو ارہ بنا تا ہے جواس میں رخنه اندازی کی کو شش کرتا ہے،اسے نا سو ر کی طر ح کا ٹ دینے کا حکم دیتا ہے۔گھر تو بنا یاہی اس لئے جاتا ہے که اہل خا نه کی جان و مال اور عزت اس میں محفو ظ رہے،اگر کو ئی باہر سے گھر کے اندرکانظارہ کرتاہے اور پردہ نشین عو رتوں کے لئے پریشا نی کا موجب بنتا ہے تو اسلام اس کی آ نکھ کی ضما نت نہیں دیتا۔***

مناسب بیوی کا انتخاب

شادی کا خواہشمند ہر مرد شادی سے پہلے بیوی کے انتخاب والے مرحلے سے گزرتا ہے۔ اس نے بیوی کے ساتھ پوری زندگی بسر کرنا ہوتی ہے۔ اس لیے یہ مرحلہ بہت اہم ہوتا ہے۔ ہر نوجوان کو چاہیے کہ وہ اس مرحلے میں کچھ غور و فکر ضرور کر لے تاکہ اسے ایک پاکیزہ اور باوفا بیوی مل سکے۔ذیل میں وہ صفات ذکر کی گئی ہیں جو ایک معیاری بیوی میں ہونی چاہئیں ۔ یہ ساری صفات اگر کسی بیوی میں موجود ہوں تو پھر کیا ہی کہنے:

عورت شریعت کی پابند ہو۔٢...2 .1۔اچھے اخلاق کی مالک ہو

خوبصورت ہو.3

4۔تھوڑے سے حق مہر کی طلبگارہو۔

5۔اس خاندان سے تعلق رکھتی ہو جس کی عورتیں عموماً زیادہ اولاد والی ہوتی ہیں ۔

7۔کنواری ہو۔ 6۔دین دار گھرانے سے تعلق رکھتی ہو ۔

.۔ 8رشتے میں زیادہ قریبی نہ ہو۔***

صدقے سے علاج

اس کا نام ڈاکٹر عیسیٰ مرزوقی تھا۔ شام کا رہنے والا عیسیٰ پیشے کے اعتبار سے طبیب تھا اور دمشق کے ایک ہسپتال میں کام کرتا تھا۔ اچانک اس کی طبیعت خراب ہو گئی اور اس کو ہسپتال

میں داخل کرا دیا گیا۔ چیک اَپ کے دوران معلوم ہوا کہ اسے کینسر کا موذی مرض لگ چکا ہے۔ اس کے ساتھی ڈاکٹروں نے علاج شروع کیا۔ ڈاکٹروں کی ایک ٹیم نے اس کیس پر پوری توجہ دی۔اس کی طبی رپورٹیں ان کے سامنے تھیں ، مرض مسلسل بڑھ رہا تھا۔ بورڈ کی رائے کے مطابق وہ محض چند ہفتوں کا مہمان تھا۔ ڈاکٹر عیسیٰ خود نوجوان تھا۔ اس کی ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی، تاہم منگنی ہو چکی تھی۔ اس کی منگیتر سے لوگوں نے کہا: تمہیں منگنی توڑ دینی چاہیے، کیونکہ تمہارا ہونے والا خاوند کینسر کا مریض ہے۔ مگر اس نے سختی سے انکار کر دیا۔ ادھر ڈاکٹر عیسیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھ رکھی تھی

دَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ۔))(1))(

اپنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کرو۔‘‘

ایک دن وہ مایوسی کے عالم میں بیٹھا تھا کہ اسے اچانک مذکورہ حدیث یاد آگئی۔ وہ اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا، سوچتا رہا، پھر اچانک اس نے سر ہلایا اور بول اٹھا: کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو پھر مجھے اپنے مرض کا علاج صدقے کے ذریعے ہی کرنا چاہیے، کیونکہ دنیاوی علاج بہت کر چکا اور بہت ہو چکا۔اس کو ایک ایسے گھرانے کا علم تھا جس کا سربراہ وفات پا چکا تھا وہ نہایت کسمپرسی کی زندگی

[1]حسن: صحيح الجامع: ٣٣٥٨۔ أبو داود في المراسيل: ١٠٥۔ مجمع الزوائد: ٣/ ٦٣۔

گزار رہے تھے۔ بیماری کے دوران اس کی جمع شدہ پونجی بھی خرچ ہو چکی تھی۔ تاہم جو معمولی رقم موجود تھی اس نے اپنے ایک قریبی دوست کی وساطت سے اس گھرانے کو ارسال کر دی۔ ان پر سارے قصے کو واضح کر دیا کہ وہ اس صدقے کے

ذریعے اپنے مرض کا علاج کرنا چاہتا ہے لہٰذا مریض کے لیے شفا کی دعا کریں ۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سچ ثابت ہوئی اور وہ بتدریج تندرست ہوتا گیا۔ایک دن وہ ڈاکٹروں کے بورڈ کے سامنے دوبارہ پیش ہوا۔ اس کے علاج پر مامور ڈاکٹر حیران و ششدر رہ گئے کہ اس کی رپورٹیں اس کی مکمل صحت یابی کا اعلان کر رہی تھیں ۔ اس نے بورڈ کو بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق علاج کیا ہے۔ وہ اب مکمل طور پر تندرست تھا۔ اس نے ڈاکٹروں کو بتایا کہ بلاشبہ میں تقدیر پر یقین رکھتا ہوں اور اس کا یہ بھی مفہوم نہیں کہ ظاہری اسباب اختیار نہ کیے جائیں اور ڈاکٹروں سے بیماری کی صورت میں رجوع نہ کیا جائے۔ مگر حدیثِ رسول درست ہے۔ بلاشبہ ایک ایسی ذات موجود ہے جو بغیر کسی دوا کے بھی بیماروں کو صحت عطا کر سکتی ہے۔(1)

(ماخوذ از سنہرے اوراق، عبدالمالک مجاہد ***)

---

[1]اس واقعے کو عربی ہفت روزہ المسلمون سے لیا گیا ہے جو اس کے شمارہ نمبر 181 میں شائع ہوا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ہفت روزہ لندن سے شائع ہوتا تھا اور اب کافی عرصے سے بند ہو چکا ہے۔

تواضع اور صدقہ کے ثمرات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تواضع و انکساری کا درس دیتے ہوئے فرمایا

)):التَّوَاضُعُ لَا يَزِيْدُ الْعَبْدَ اِلاَّ رِفْعَةً۔))’’

تواضع سے آدمی کو رفعت اور بلندی ہی ملتی ہے۔

)'') فَتَوَاضَعُوا يَرْفَعْكُمُ اللّٰهُ۔))’’

اس لیے تواضع اختیار کرو، اس سے اللہ تمہیں رفعت و بلندی عطا فرمائیں گے۔

))‘‘اَلْعَفْوُ لَا یَزِیْدُ الْعَبْدَ اِلاَّ عِزًّا۔))’’
عفوو درگزر سے آدمی کو عزت ہی ملتی ہے۔
فَاعْفُوا یُعِزَّکُمُ اللّٰہُ۔))'')’’
اس لیے تم لوگوں کو معاف کر دیا کرو، اللہ تمہیں عزت عطا فرمائیں گے۔
))[1]‘‘وَاِنَّ الصَّدَقَۃَ لَا تَزِیْدُ الْمَالَ اِلاَّ نَمَائً۔))’’
اور صدقه خیرات کرنے سے مال بڑھتا ہی جاتا ہے۔
فَتَصَدَّقُوا یَزِدْکُمُ اللّٰہُ۔))’’
اس لیے تم صدقه اور خیرات کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اور زیادہ دیں گے۔
((مَا نَقَصَتْ صَدَقَۃٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللّٰہُ عَبْدًا مِنْ عَفْوٍ اِلاَّ عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰہِ اِلاَّ رَفَعَهُ اللّٰہُ۔))''
صدقه سے مال میں کچھ بھی کمی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ عفو و درگزر کے ذریعے بندے کو عزت و مقام عطا کرتا ہے اور جب بھی کوئی بندہ اللہ کے لیے تواضع و انکساری اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا کرتا ہے۔(2)

---

[1]الترغیب والترہیب للأصفہانی، ومسند الفردوس للدیلمی۔ دیکھیے: احیاء علوم الدین للغزالی، تحقیق قاضی شیخ محمد بلطة: ۳/ ۲۳۶۔ [2] مسلم: ۲۵۸۸۔

وعدہ کی پاسداری

اندلس کے دو حاکموں ، حارس بن عباد اور عدی بن ابی ربیعه میں لڑائی چھڑ گئی۔ حارس بن عباد کو عدی بن ابی ربیعه کی تلاش تھی۔ ان دونوں کی آپس میں کبھی ملاقات نه ہوئی تھی اور نه وہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے۔ حارس بن عباد، عدی سے اپنی پرانی دشمنی کو انتقام لینا چاہتا تھا۔ ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی که حارس کے فوجیوں نے ایک آدمی کو گرفتار کر

لیا۔ اسے حارس بن عباد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے قیدی سے پوچھا: مجھے بتاؤ عدی بن ابی ربیعہ کہاں ہے (وہ اس کی شکل نہیں پہچانتا تھا)؟قیدی کہنے لگا: اگر میں تمہیں عدی کے بارے میں بتا دوں تو کیا مجھے آزاد کر دو گے؟حارس نے کہا: ہاں ، میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں رہا کر دوں گا۔قیدی نے کہا: تو پھر سنو، میں ہی عدی بن ابی ربیعہ ہوں ۔حارس بن عباد نے اسے اپنے وعدے کی پاسداری کی خاطر رہا کر دیا۔

ماخوذ از سنہرے اوراق، عبدالمالک مجاہد) (

اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے والی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن اللہ الواصلة والمستوصلة، والواشمة والمستوشمة، والنامصة و المتنمصة، والمتفلجات للحسن، المغیرات لخلق اللہ۔

(صحیح بخاری4887:، 4886، صحیح مسلم2 :ر25)’’

اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ اس عورت پر جو مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی ہے، سرمہ بھرتی اور بھرواتی ہے۔ بھنوؤں کے بال اکھیڑنے والی اور اکھڑوانے والی ہے، حسن کے لئے دانتوں کو باریک کرنے والی اور اللہ کی تخلیق کردہ ہئیت اور شکل کو تبدیل کرنے والی ہے۔‘‘انسان اپنے بچپن سے لیکر بڑھاپے تک مختلف ادوار اور مراحل سے گذرتا ہے۔ ہر مرحلے کے اپنے تقاضے اور ضروریات ہوتی ہیں۔ اگر کوئی اسے تبدیل کرنا چاہے بھی تو نہیں کر سکتا۔ مثلاً کوئی عمر کے ایک مخصوص حصے میں پہنچ کر بلوغت کو پہنچتا ہے۔ اگر کوئی وقت سے پہلے بالغ ہونا چاہے تو یہ ناممکن ہے ادویہ کے استعمال سے وقت میں تھوڑی بہت کمی بیشی ہو سکتی ہے لیکن یہ طریقہ لازمی طور پر نقصان دہ ہے۔ اس سے دیگر بہت سے عوارض لاحق ہو سکتے

ہیں۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ انسان فطری انداز میں ہی آگے بڑھتا رہےاور عمر کے تقاضوں کے مطابق فطری تبدیلی کو خوش دلی سے قبول کر لے۔ عمر کے ہر مرحلے میں حسن کا اپنا ہی انداز ہوتا ہے۔ بچہ اگر زیادہ سنجیدہ باتیں کرنا شروع کر دے تو اس سے وہ بڑا نہیں ہو جائے گا اور نہ ہی کوئی اس کے اس انداز کو پسند کرے گا۔ مزید یہ ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے وہ نوجوان اور خوبصورت رہے جبکہ عملی طور پر ایسا ناممکن ہے۔
صحت کی بحالی کے لئے اچھی خوراک، ماحول اور ورزش کا اہتمام کیا جائے تو بڑی اچھی بات ہے بلکہ شرعی حکم ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
المومن القوی خیر من المومن الضعیف))''
طاقتور(صحتمند) مومن کمزور مومن سے بہتر ہے۔''اور اگر جوان نظر آنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کسی قسم کی تبدیلی کی کوشش کی جائے تو اس عمل پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔ جن میں سے بعض امور مذکورہ بالا حدیث میں بیان کئے گئے ہیں۔جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

۔الواصلة والمستوصلة

مصنوعی بال لگانے اور لگوانے والی:1

اس کی صورت یہ ہے کہ سر پر وگ لگوا لی جائے یا کوئی ایسی چیز بالوں کے ساتھ ملا کر لگائی جائے جس سے حقیقی اور مصنوعی بالوں کا امتیاز نہ ہو سکے اور دیکھنے والے اسے اصلی اور قدرتی بال ہی سمجھیں۔البتہ بالوں کو سنبھالنے، باندھنے اور بکھرنے سے بچانے کے لئے دھاگہ یا پراندہ کا استعمال درست ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ خوبصورتی کے لیے کوئی بھی باوقار اور مہذب طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

ہیئر ٹرانسپلانٹHair Transplant میں اگر تو قدرتی بالوں کی پیوند کاری کی جاتی ہے تو اس کی گنجائش ہے بصورت دیگر یہ ناجائز ہے۔ ویسے اس کام پر کثیر سرمائے کو خرچ کرنے کے بارے میں سوچنا ہو گا کہ کیا یہ اتنا اہم کام ہے کہ اس پر زر کثیر صرف کیا جائے۔ کہیں یہ اسراف کے زمرے میں تو نہیں آتا۔
بال اگر اس طرح سفید ہو جائیں کہ کچھ سیاہ اور کچھ سفید ہوں تو انہیں رنگ لینا چاہئے۔ دھوکہ دینے کے لئے سیاہ رنگ نہیں ہونا چاہئے۔ اسی طرح خواتین اپنے بال مختلف رنگوں میں ڈائی کروا لیتی ہیں۔ قدرتی سیاہ رنگ کے بالوں کو دوسرے رنگ میں ڈائی کروانا درست نہیں ہے۔

الواشمة والمستوشمة

):سرمہ بھرنے اور بھروانے والی(

اس کی صورت یہ ہے کہ جسم کے کسی حصہ مثلاً بازو پر سوئی وغیرہ سے نشان لگایا جائے حتی کہ خون بہہ پڑے پھر اس میں سرمہ، سبز رنگ یا ایسی کوئی چیز بھر دی جائے جو زخم درست ہونے پر پکا نشان بن جاتا ہے۔ اس نشان کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً نقطے یا دائرے بنائے جائیں۔ محبوب کا نام لکھا جائے۔ درخت یا مختلف اشکال بنا لی جائیں۔بعض خواتین رخسار پر سرمے وغیرہ سے مصنوعی تل بناتی ہیں یہ بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔امام نووی فرماتے ہیں۔ اختیاری طور پر ایسا کام کرنے یا کروانے پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ اگر یہ کسی بچی کے ہاتھ وغیرہ پر کیا جائے تو کرنے والا تو گناہ گار ہے لیکن بچی غیر مکلف ہونے کی وجہ سے گناہ گار نہیں ہوگی۔

(شرح مسلم للنووی105 :؍14)

النامصة والمتنمصة :

پلکوں کے بال اکھیڑنے یا باریک کرنے والی:

المصکا معنی ہے۔مطلق طور پر چہرے کے بال اکھیڑنا اور سیدہ عائشہ نے اس کا معنی بیان کیا ہے۔ پلکوں کے بال اکھیڑنا اور انہیں باریک کرنا۔ یہ عمل حرام ہے شوہر کے لئے کیاجائے یا کسی اور کے لئے اسی طرح شوہر کی اجازت ہو یا نہ ہو ہر صورت میں حرام ہے،کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر ایسی خاتون پر لعنت فرمائی ہے۔

(صحیح بخاری5948 :، صحیح مسلم (2125:

اس مسئلہ پر جب آئمہ حرم سے سوال پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ بال اللہ تعالیٰ نے طبعی طور پر پیدا فرمائے ہیں۔ ان کو کسی بھی طریقے سے ختم کرنا ملعون کام ہے۔ یہ بال آنکھوں کو گرد و غبار سے بچاتے ہیں۔ خوبصورتی کا ذریعہ ہیں۔ کسی انسان کی پہچان کا بھی ذریعہ ہیں۔ ختم کرنے پر دوبارہ آ جاتے ہیں لہٰذا ان کو ختم کرنا تغییر فی خلق اللہ کے زمرے میں آتا ہے اور حرام ہے(فتاوی علماء حرم،ص 684, 685)

الفالجة والمتفلجة

:دانتوں کو باریک کرنے والی:

التفلیج کا معنی ہے۔ دانتوں کو ایک دوسرے سے دور کرنا، ان کے درمیان خلا پیدا کرنا، انہیں باریک کرنا۔اس کام کے دو مقاصد ہو سکتے ہیں۔ دانت ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہونے کی وجہ سے کمزور ہو کر گھسنے لگیں۔ یہ ایک بیماری کی صورت ہے۔ جس کا علاج جائز ہے۔ دوسرا مقصد یہ ہو سکتا ہے۔ کے اس سے خوبصورتی پیدا ہو اور آدمی اپنی اصل عمر سے کم نظر آئے۔یہ دوسرا مقصد دھوکہ، حقیقت کو چھپانا اور حسن پرستی کا مظہر ہے۔ ملعون عمل ہونے کی وجہ سے ایسا کرنا حرام ہے۔

ضروری ہدایات

: 1۔ مربی بچے کو سلام کا عادی بنائے۔ یہ جلب محبت کے لیے شرعی عمل تسخیر ہے۔
2۔ سلام کا جواب اس سے بہتر طریقے پر دینے کا خوگر کیا جائے۔
3۔ جانے انجانے سب سے سلام کرنے کی تاکید کی جائے۔
4۔ سلام میں پہل کرنے کی ہمت افزائی کی جائے۔
5۔ کس وقت کو کس کو سلام کرے اس کے آداب بتائے جائیں۔
6۔ مرد، عورت، بچے سب کو سلام کیا جائے۔
7۔ مصافحے کا ڈھنگ بتایا جائے۔
8۔ واضح خوشگوار اور شیریں گفتگو کا طریقہ سکھایا جائے۔
9۔ فحش باتوں اور مذاق سے منع کیا جائے۔
10۔ گفتگو میں نرمی کا اسلوب اختیار کیا جائے اور ہمیں اپنے بچوں کو بڑوں کے ساتھ اچھے انداز میں پیش آنے کی تلقین کرنی چاہیے اور اپنے اساتذہ کے ساتھ اچھے انداز کے

(1)بخاری: ۶۴۷۴۔ نسائی: ۲۵۹۰۔

ساتھ اور والدین کے ساتھ نرمی سے اور تہذیب یافتہ انداز کے ساتھ گفتگو سکھانی چاہیے۔بچوں کو دین اسلام کی باتیں عقیدہ توحید کے مطابق بتانی چاہئیں تاکہ ان کی پرورش ایک صالح اور مجاہد کی طرح ہو۔

4۔ بچوں کو بڑوں کا ادب و احترام کرنے کا سبق دینا

بچوں کی اجتماعی تربیت کے لیے تاکہ وہ معاشرے میں خوش اخلاق اور بلند سیرت ہوں، ذاتی مفادات کو اجتماعی مفاد پر قربان کریں، دوسروں کے لیے محبت اخلاص اور تعاون وایثار کا پیکر ہوں۔ کچھ اجتماعی حقوق ہیں جن کی ادائیگی کی تربیت بچوں کو دی جائے تاکہ معاشرے میں انہیں آگے چل کر مناسب

مقام مل سکے۔ اسی سلسلے میں سب سے اول ضروری ہے کہ بچوں کو بڑوں کا ادب کرنا سکھایا جائے۔آپ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہنچانے۔(1)] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضیافت کے وقت آپ صلی اللہ علیه وسلم سے ابتدا کرتے، پھر وہ جو آپ کے دائیں ہوتے تھے۔سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنه کہتے ہیں : نماز کے وقت آپ صلی اللہ علیه وسلم ہمارے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرماتے یں آپ صلی اللہ علیه وسلم کی باتیں یاد کیا کرتا تھا اور خاموش رہتا تھا۔ اس لیے کہ وہاں ایسے حضرات ہوتے تھے جو عمر میں مجھ سے بڑے تھے۔(1)

ایک بار آپ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا: ایک درخت ہے جس پر پت جھڑ نہیں آتی، مومن بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: بتاؤ کون سا درخت ہے؟ لوگوں نے جنگل کے درختوں پر دھیان دوڑایا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنه کہتے ہیں میرے جی میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، لیکن مجھے شرم آئی کہ میں سب سے چھوٹا تھا اس لیے نہیں بتایا لوگوں کے کہنے پر آپ صلی اللہ علیه وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ مجلس برخاست ہونے کے بعد میں نے والد سے اس کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اگر تم نے بتا دیا ہوتا تو یہ بات میرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتی۔(2)

5: ہر موقع پر شرم و حیا کو برقرار رکھنے کی تعلیم دینا۔

عمر کے اس مرحلے میں اجتماعی حقوق وآداب کی ادائیگی کے بیان سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ کچھ فطری ونفسیاتی طاقتوں اور جذبات میں تربیتی توازن کے لیے قرآن وسنت کا اصول بیان کریں۔شرم کی صفت بچوں میں پیدائشی طور پر ہوتی ہے۔ چوتھے مہینے سے اس کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ اور ایک سال بعد بہت حد تک نمایاں ہو جاتی ہیں۔ بچہ جب چہرہ اور آنکھیں گھمانے لگتا ہے یا کچھ اور بڑا ہو کر دوسروں کے گھر یا دوسروں کی گود میں جانے پر یا دوسروں سے بات کرنے پر اس صفت کا پوری طرح ظہور ہوتا ہے۔ پیدائشی شرم کی زیادتی کو معتدل کرنے میں ماحول کا زبردست اثر ہوتا ہے۔ جن بچوں کو دوسروں کے ساتھ ملنے جلنے کے موقع حاصل ہوتے ہیں ان میں یہ شرمیلا پن کم ہو جاتا ہے۔ شرم کی اس صفت کو شریعت کے تربیتی اصولوں کے سانچے میں ڈھال کر معتدل بنانا ضروری ہے جس کی شکل یہ ہے کہ بچے کو

---

[1]مسلم: ۱۶۰۳۔ [2] متفق علیہ، بخاری: ۱۳۱۔ ومسلم: ۵۰۲۷۔

برابر ہو جاؤ، کج مت ہو ورنہ تمہارے دل کج ہو جائیں گے اور میرے قریب عقل وفہم والے لوگ یعنی بالغ مرد رہیں پھر جو اُن سے فروتر ہیں، پھر جو اُن سے فروتر ہیں۔(2)

تین قسم کے لوگوں کی بے ادبی صرف منا لوگوں سے ملنے جلنے کا موقع دیا جائے۔ اسے دوستوں کی صحبت حاصل رہے اور بڑے لوگ ہوں یا چھوٹے، اسے ان کے سامنے بات چیت کا موقع دیا

جائے۔ لیکن یہ سب کچھ اسلامی آداب کے ماتحت ہونا لازم ہے۔اس سے ان کا شرمیلا پن دور ہوگا، خود اعتمادی پیدا ہوگی اور ہر شخص کے سامنے حق بات کہنے کا ان میں جذبہ اور خوپیدا ہوگی، سدا بہار درخت کے متعلق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو بچے تھے ان کے درمیان موجود تھے، ان کے ذہن میں آپ کے سوال کا صحیح جواب آیا لیکن شرم سے اس کا جواب نہیں دے سکے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعد میں جواب دینے کو بہت بہتر خیال فرمایا اور اس کے لیے ہمت افزائی فرمائی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شربت آیا، آپ کے دائیں ایک بچہ اور بائیں عمر رسیدہ لوگ بیٹھے تھے۔ آپ نے بچے سے فرمایا کہ تم اجازت دیتے ہو کہ میں شربت انہیں دوں ؟ بچے نے کہا آپ کے دست مبارک سے ملا ہوا حصہ میں کسی کو نہیں دوں گا۔(1)

ایسی ہی مثالیں جو سیرت نبی کریم سے بے شمار ہیں جو ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ ہمیں ان مثالوں سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور شرم وحیا کے پیکر بنانا چاہیے۔

6:غصہ ضبط کرنے کی تلقین کرنا۔

یہ ایک فطری صفت ہے جس کا ظہور بچپن ہی میں ہونے لگتا ہے۔ اسلامی تربیت اس صفت کو دائرہ اعتدال اور پسندیدہ پیمانے پر رکھنا چاہتی ہے اس لیے کہ غصہ جب عادت بن جاتا

ہے تو بچے کی تندرستی، عقل، مزاج، اخوت و محبت اور وحدت معاشرہ کے لیے بے پناہ مضر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ﴾

(الشوریٰ :۳۷)

اور جب وہ غصہ ہوتے ہیں تو فوراً معاف کر دیتے ہیں۔''

---

[1]بخاری: ۲۳۵۱۔

نیزفرمایا: ﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ﴾

آل عمران: ۱۳۴))''

اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں۔''

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: غصہ مت کرو۔(1)

آپ نے صحابہ سے پوچھا تم پہلوان کس کو سمجھتے ہو؟ کہا جسے کوئی پچھاڑ نہ سکے۔ فرمایا: نہیں۔ بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت ضبط (قابو) کر جائے۔(2)

میدان جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دشمن کو دے پٹکا۔ اس نے غصے سے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے چھوڑ کر الگ کھڑے ہوگئے۔ اس نے پوچھا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ بولے: میں دین کے لیے لڑ رہا تھا۔ اگر تمہارے تھوکنے کا انتقام لیتا تو اس میں میری اپنی ذات کا دخل

ہو جاتا اس لیے علیحدہ ہوگیا۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات کے لیے انتقام لیتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ ہاں اگر اللہ کے کسی قانون کی بے حرمتی ہو رہی ہو تو آپ سخت غصہ ہوتے تھے۔(3)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : اگر کوئی غصہ ہو اور وہ کھڑا ہوا ہے تو بیٹھ جائے، اگر اس سے بھی غصہ دور نہ ہو تو لیٹ جائے۔(4)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب کوئی غصہ ہو تو چپ ہو جائے۔(5)

دو آدمیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا کیا۔ ایک اس کا غصہ ختم ہو جائے گا۔(1)

آپ کا ارشاد ہے: غصہ ایک چنگاری ہے جو ابن آدم کے دل میں بھڑک اٹھتی ہے۔ کیا رگوں کے پھولنے اور آنکھوں کے سرخ ہونے کو نہیں دیکھتے ہو جسے اس غصے کا احساس ہو، اسے چاہیے کہ زمین سے پر بیٹھ جائے۔(2)

اور ہمیں بچوں کو لڑائی جھگڑے سے دور رکھنا چاہیے اور گھر میں بچوں کے سامنے لڑنا بھی بری بات ہے جس سے بچوں کو صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ ہمیں اس سے بچوں کو محفوظ رکھنا چاہیے۔جو پڑھے لکھے ماں باپ ہیں انہیں ان باتوں پر ضرور دھیان دیان چاہیے، تاکہ معاشرہ میں امن پیدا ہو۔

7۔حسد جیسے قبیح فعل سے دُور رکھنا

دوسرے کی کسی نعمت کے زوال کی تمنا کرنے کو حسد کہتے ہیں۔ ہر بچہ چاہتا ہے کہ صرف اسی سے محبت کی جائے دوسروں سے نہیں۔ اگر اس کے خلاف کچھ ہوتا ہے تو اس کے دل میں دوسرے بچے کے لیے ایک طرح کا حسد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کا اظہار وہ مختلف حرکات سے کرتا ہے۔ مربی بچے کو حسد جیسی خطرناک بیماری سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ احساس دلائے کہ اس سے بھر پور محبت کی جاری ہے۔ وہ بچوں میں عادلانہ محبت اور کسی کو کسی پر ترجیح نہ دینے کے اصول پر عمل پیرا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : اللہ سے ڈرو اور بچوں کے درمیان عدل وانصاف سے کام لو۔(3)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں اس کا ایک بچہ (لڑکا) آیا اسے اپنی ران پر بٹھا لیا۔ پھر اس کی بچی آئی تو اسے سامنے بٹھا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کہا: دونوں میں تم نے برابری کیوں نہیں کی؟

---

[1]متفق علیہ، بخاری: ۶۰۴۸۔ مسلم: ۴۷۲۵۔ [2] ترمذی: ۲۱۹۱۔ وقال الترمذی: حسن صحیح۔ [3] بخاری: ۲۵۸۷۔

[1]بخاری: ۶۱۱۶۔ [2] متفق علیہ، بخاری: ۶۱۱۴۔ مسلم: ۴۷۲۳۔ [3] متفق علیہ، بخاری: ۶۸۵۳۔ مسلم: ۴۲۹۴۔ [4] ابوداود: ۴۷۸۲۔ احمد: ۲۰۸۴۔ وصححہ الالبانی فی صحیح ابی داود۔ [5] احمد: ۲۱۷۳۔ الادب المفرد: ۱۴۵۔ وصححہ الالبانی فی سلسلة الصحیحة: ۱۳۷۵

ماں کا احترام

ہمارا پیارا دین اسلام والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بے حد تلقین کرتا ہے۔آئیے دیکھیں کہ بعض مشاہیر امت کا اپنی ماؤں کے ساتھ تعلق کیسا تھا:امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ خود ان کا بیان ہے:

وَ اللّٰهِ! مَا ارْتَقَيْتُ سَطْحَ بَيْتٍ وَّ وَالِدَتِيْ فِي الْبَيْتِ لِئَلَّا اَرْتَفِعَ عَلَيْهَا۔''

اللہ کی قسم! اپنی والدہ محترمہ کے گھر میں موجود رہتے ہوئے میں کبھی چھت پر نہیں چڑھا، مبادا میں ان سے اونچا نہ ہو جاؤں ۔''امام ابن سیرین کا معمول تھا کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت میں کھانا خود پیش کرتے اور اس وقت تک کھانا شروع نہیں کرتے تھے جب تک کہ ان کی والدہ کھانا شروع نہ کر دیتی، نیز وہ اس برتن سے کھانا نہیں کھاتے تھے جس میں ان کی والدہ کھاتی۔ جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا:

اَخْشٰی اَنْ تَقَعَ عَيْنُهَا عَلٰی شَيْءٍ مِنَ الطَّعَامِ فَآخُذَهٗ فَاكُوْنُ عَاقًا۔''

میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میری والدہ کی نگاہ انتخاب کسی کھانے کی چیز پر پڑے اور میں اسے اٹھا کر کھا لوں اور نافرمان بن جاؤں ۔''امام ابن سیرین کی عادت تھی کہ جب کبھی اپنی ماں کے سامنے بیٹھتے تو اپنی نگاہ اونچی نہیں کرتے تھے، بلکہ اپنی ماں کے

سامنے اپنی نگاہ اس قدر پست رکھتے کہ دیکھنے والا انہیں زرخرید غلام سمجھتا۔

یہی حال امام اہل سنت و الجماعت، خادم حدیث رسول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا تھا۔ انہوں نے خود کو ماں کا وفادار خادم بنا لیا تھا۔ وہ اپنی والدہ کے کپڑے خود اپنے ہاتھوں سے دھویا کرتے، اس کے لیے کھانا بناتے اور اس کی جملہ ضروریات کی تکمیل کیا کرتے تھے، اس لیے کہ انہوں نے اپنی کتاب ''مسند امام احمد'' میں یہ حدیث نقل کی تھی کہ ایک مرتبہ سیدنا معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:
يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَرَدْتُ الْغَزْوَ، وَ جِئْتُکَ اَسْتَشِیْرُکَ۔''
اے اللہ کے رسول! میں جہاد پر جانا چاہتا ہوں اور مشورہ طلب کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں ۔''
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
:ہَلْ لَکَ اُمٌّ؟''
کیا تیری ماں زندہ ہے؟''
سیدنا معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جی ہاں ۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اَلْزِمْہَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَیْہَا۔''اپنی ماں کی خدمت کر کیونکہ جنت اس کے قدموں کے نیچے ہے۔(1)

---

[1]صحیح، اخرجه الامام احمد فی مسنده: ۳/۴۲۹۔ و ابن ماجه فی سننه: ۲۷۸۱۔ و الحاکم فی مستدرکه: ۴/۱۵۱۔

خاتمہ

آپ نے گزشتہ اوراق میں گھر اور بچوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح وسدھار کے بارے میں قرآن وحدیث،مفسرین کرام اورسلف صالحین کے ارشادات کی روشنی میں بہت سارے طریقے ملاحظہ کیے،

میں سمجھتا ہوں کہ

’’خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَ دَلَّ‘‘

کے تحت اتنی ہی باتیں کافی ہیں، پند ونصیحت، رائے ومشورہ، تجربہ ومشاہدہ تھوڑا ہی ہو لیکن اگر اس پر خلوص دل کے ساتھ عمل پیرا ہوا جائے تو اصلاح وسدھار، ہدایت ورہنمائی کے لیے اتنا ہی کافی ہے، وفوق کل ذی علم علیم۔آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی اور گھر والوں کی اور بالخصوص بچوں اورعورتوں کی صحیح تربیت واصلاح کرنے کی توفیق عنایت فرمائے،!

آمین یارب العالمین

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ۔***

دعاگو فقیرپرتقصیر:ابوعطاءالمنعم رضاءاللہ
بن الحاج خان بادشاہ حفظہ اللہ